

عبرانی کا فریب



سمیل صدیقی

مؤلف



عبرانی کافر یب

مؤلف

سہیل صدیقی

تفصیلات

نام	عبرانی کافریب
مؤلف	سہیل صدیقی
سنہ اشاعت	۲۰۲۲ء / ۱۴۴۳ھ
ترتیب و تزیین	محمد عدنان فاروقی



فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	تمہید	۵
۲	عبرانی تو بالکل نہیں تھی	۵
۳	عکادی خط	۶
۴	فونیتی خط	۷
۵	آرامی خط	۷
۶	اگارت	۸
۷	فصل اول	۱۳
۸	متروک	۱۳
۹	متروک الفاظ	۱۴
۱۰	میںی رسم الخط	۱۵
۱۱	توریت کی اصل زبان کیا ہے	۱۷
۱۲	فصل دوم	۱۹
۱۳	پروٹوسیمٹیک	۱۹
۱۴	فونیتی	۲۰

۲۲	فونئقی کے دیگر زبانون ٲر اثرات	۱۵
۲۴	فصل سوم	۱۶
۳۲	فصل چارم	۱۷
۳۷	عربی کے اثرات	۱۸
۳۸	فصل پنجم	۱۹
۴۱	فصل ششم	۲۰

تمہید

عبرانی تو بالکل نہیں تھی:

سمیری عراق کے سب سے پرانے باشندے تھے۔ یہ عراق کے جنوبی حصہ میں رہتے تھے۔ ان کے عروج کا زمانہ ۳۵۰۰ ق م سے ۳۰۰۰ ق م ہے۔ ان کی تحریر تصویری تھی۔ تصویری اظہار تصویری خط بھی کہلاتا تھا۔ بیل کو ظاہر کرنے کے لیے ابتدا میں بیل کی پوری شکل یا اس کی شبیہ بنائی جاتی تھی۔ بعد میں وقت بچانے کے لیے پوری شکل بنانے کے بجائے اس کا صرف سر بنایا جانے لگا، کیوں کہ سر سے اس کی پہچان ہو جاتی تھی،۔ (مزید) وقت گزر جانے کے بعد اس کے نتھنے اور ناک بنانا چھوڑ دیا گیا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد کان بنانے بھی چھوڑ دیے صرف چہرہ تھا اور دو سینک تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ تیزی آئی اور اس کی شکل اٹے یا سیدھے A کی ہو گئی۔ اس عمل پر کئی ہزار سال لگے۔ (قارئین کسی بھی زبان کے بولنے اور تحریر کرنے کے ارتقائی مراحل میں صدیاں بلکہ ہزاروں سال لگتے ہیں یہ یاد رکھنا ہے۔) تصویریں مختصر ہو کر علامات بن گئیں اور یہی علامات حروف کہلائیں۔ یورپی سکالرز نے اسے منحنی/سمیری خط (Coneiform) کہا۔

منحنی خط (Coneiform) سمیری وہ لوگ تھے جنہوں نے لکھائی کے لیے ابجد ایجاد کیے۔ کاغذ نہ تھا گیل مٹی پر لکھ کر پکا دیتے تھے۔ بابل کے حکمران حمورابی نے اس خط کو منحنی بنایا۔ ۲۰۰۰ ق م تا ۱۲۱۰ ق م کی ۱۰،۰۰۰ پرچانی رسم الخط کی تختیاں دریافت ہوئی ہیں۔ منحنی خط (اس خط میں تیر نما انداز میں لکھا جاتا تھا)۔ بابل، نینوا، عراق، ایران اور ایشیا میں رائج تھا اسے خط پرچانی (یا سہ گوشتی) بھی کہتے تھے، یہ ۵۳۹ ق م تک رہا اس کے بعد ختم ہو گیا۔ بابل کے بادشاہ حمورابی نے ضابطہ حمورابی بنایا۔ یہ انصاف پر مبنی دنیا کا پہلا قانون تھا۔ اس میں ۲۸۲ قوانین

تھے، اس میں دانت کی سزا دانت، قتل کی سزا قتل اور زنا کی سزا سنگسار کرنا تھا۔ اس ضابطے کا بڑا پتھراب بھی فرانس کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ تصویری اور تصویری خط سے فنی خط اور آرامی خط وجود میں آئے۔

عکادی خط:

عراق کا شمالی حصہ عکاد کہلاتا تھا۔ عکاد میں سامی قوم آباد تھی جو جزیرہ نما عرب سے ہجرت کر کے آئی تھی اس کا سب سے مشہور حکمران سارگون اول تھا (زمانہ ۲۵۰۰ ق م [موہی سے قبل کا زمانہ])۔ اس نے سمیری ریاستوں کو زیر کر کے سامی حکومت قائم کی۔ شاہان عکاد کے زوال کے بعد شہر بابل نے عروج حاصل کیا۔ باب ایل کے معنی ہیں ”خدا کا دروازہ“ اس کا پہلا بادشاہ حمورابی تھا۔ ”(قارئین یہاں دیکھا جاسکتا ہے کہ توریت میں خدا کے لئے لفظ ایل خود توریت کا یا عبرانی زبان کا اپنا ذاتی لفظ نہیں تھا بلکہ توریت کے لکھے جانے اور عبرانی کے وجود سے پہلے ہی اس علاقے میں رائج غیر عبرانی زبان سے لیا گیا ہے۔ یعنی اسرائیل کا خدا بھی غیروں کے بتوں سے لیا گیا۔)“ اس کی حکومت رفتہ رفتہ عکاد کی پوری مملکت میں پھیل گئی اور اس کا نام عکاد کے بجائے باب ایل (بابل) پڑ گیا۔ بابل کے لوگ سامی نسل تھے۔ کنعانی قوم عبرانی قوم سے تقریباً ۱۰۰۰ سال پہلے گزری ہے۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب کا تعلق اسی قوم سے تھا۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ ابرہام توریت کے مطابق عبرانی بھی کہلاتے ہیں مگر یہ زبان یا قبیلہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ابرہام کے اجداد میں عابر یا عبر نام کے ایک صاحب گذرے تھے جنکی اولاد دھونے کی وجہ سے ابراہیم عبرانی کہلاتے تھے، اس طرز پر ہم ابراہیم کو نوجی بھی کہہ سکتے ہیں کہ نوح کی نسل سے ہیں جیسے ابراہیم و اسرائیلی سامی النسل ہیں۔ مگر توریت میں عبرانی درج ہونے کی وجہ سے عبرانی مشہور ہوئے۔ پھر کیونکہ ابراہیم اُر میں رہائش رکھتے تھے جو

اس وقت تک بنی اسرائیلی یا عبرانی قوم نہیں تھی نہ اسحاق کے وقت عبرانی یا اسرائیلی قوم تھی نہ یعقوب کی پیدائش پر اسرائیلی قوم تھی اس لئے یہ دونوں عبرانی یا اسرائیلی نہیں بلکہ قومیت میں کنعانی حضرات تھے اور جب بعد میں یعقوب کو لقب اسرائیل ملا تب انکی اولاد بنی اسرائیلی کہلائی۔) دو قسم کے حروف تہجی وجود میں آئے: فونیتی ابجد اور آرامی ابجد۔

فونیتی خط:

فنیقی لبنان کی ایک قوم تھی جو سامی النسل تھی۔ ۲۲۰۰ ق م میں ساحل بحرین یعنی جنوبی عراق سے ہجرت کر کے آئی۔ فنیقی قوم نے شہر صور اور سدوم آباد کیے۔ ان کی زبان عربی سے مشابہ تھی، ان میں شمالی سامی رسم الخط مستعمل تھا جو عربی عبرانی سریانی اور یورپی رسم الخط کا "ماخذ" تھا۔ تصویری علامتیں مزید مختصر ہونے لگیں۔ اس طرح ۱۸۰۰ ق م سے ۱۶۰۰ ق م کے دوران حروف ابجد کی قدیم سینائی علامتیں ظاہر ہوئیں۔ جانور کی تصویر یا ماڈل کے بجائے اس کی علامت بنا دی جاتی تھی۔ پرندوں، اوزاروں، تیروں، تلواروں، نیزوں، برتنوں، پھلوں اور پھولوں کی علامتی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ ان ہی علامتوں نے سامی ابجد کو جنم دیا اور فنیقی خط وجود میں آیا۔ فونیقیوں نے ۱۰۰۰ ق م میں ۲۲ حروف پر مشتمل ایک نظام حروف متعارف کروایا۔ انہیں حرف ابجد کا بانی بھی کہا جاتا ہے۔ فونیتی زبان کے حروف سے یورپین زبانوں کے حروف وجود میں آئے جن میں یونانی، لاطینی، رومن، فرانسیسی، انگریزی اور دیگر مغربی زبانیں شامل ہیں حروف تہجی کی موجود فنیقی قوم ہے۔

آرامی خط:

حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تھے، سام، حام اور یافث، سامی جزیرہ نما عرب اور عراق میں آباد تھے۔ سیر یا شام کی زبان آرامی ہے۔ اسے سریانی زبان بھی کہا جاتا ہے۔ ۱۵۰۰ ق

م۔ ۱۰۰۰ ق م کے دوران سامیوں نے آرامی رسم الخط ایجاد کیا جس کے ۳۰ حروف تھے۔
 ۵۰۰ ق م میں آرامی حروف مکمل ہوئے۔ آرامی زبان کے کتبے ملے ہیں۔ آرامی ابجد سے
 ؛عبرانی: وُطی خط وجود میں آئے۔

اگارت

(ugarit) یوگریٹک یا یوگارت۔ اُوگارتی ایک معدوم ہونے والی شمال مغربی سامی زبان ہے، جسے کچھ لوگوں نے اموری زبان کے لہجے کے طور پر درجہ بندی کیا ہے اور اس لیے صرف معروف اموری بولی تحریری طور پر محفوظ ہے۔ یہ 1929 میں فرانسیسی ماہرین آثار قدیمہ کے ذریعہ میں دریافت ہونے والے یوگریٹک متون کے ذریعے جانا جاتا ہے، جس میں کئی بڑے ادبی متن بھی شامل ہیں خاص طور پر بال سائیکل، اسے عبرانی بائبل کے ماہرین نے بائبل کے عبرانی متن کو واضح کرنے کے لیے استعمال کیا ہے اور اس نے ایسے طریقوں کا انکشاف کیا ہے جن میں قدیم اسرائیل اور یہوداہ کی ثقافتوں کی پڑوسی (غیر اسرائیلی، یعنی کنعانی) ثقافتوں میں مماثلت پائی جاتی ہیں۔ عہدِ قدیم میں کنعان تین حصوں پر مشتمل تھا، اس کا وسطی حصہ فونیقیہ (موجودہ لبنان) فونیقی قوم کا سرسبز و شاداب علاقہ تھا، جنوب میں فلسطین کا خطہ تھا اور شمالی حصہ جو اب شام کہلاتا ہے یوگریٹک (یوگارت) تہذیب کا مرکز تھا۔ اس تہذیب کے آثار آج بھی بندرگاہ تارکیہ کے قریب ایک بستی راس شمراء میں پائے جاتے ہیں۔

دریافت:

تقریباً 1929ء میں فرانسیسی ماہرین آثار قدیمہ نے راس شمراء کے مقام سے کافی تعداد میں یوگریٹک رسم الخط میں لکھی گئی الواحیں برآمد کیں جن سے اس علاقے کے لوگوں کے عقائد اور رسم و رواج کا پتہ چلتا ہے۔

تاریخ:

یوگریٹک (یوگارت) قوم 1500 سے 1200 ق م تک شام کے اس علاقہ راس شمراء میں آباد تھی۔ یہ قوم سامی زبان بولتی تھی اور اپنے جملوں میں ابجدی حروف استعمال کرتی تھی جب سمیریوں کا مینی رسم الخط عکادی، عیلامی، بابلی، کسدی، آشوری، حمرین اور حطی قوم نے اپنا یا مینی انداز تحریر مشرق وسطیٰ میں شہرت اختیار کر گیا تو یوگریٹک قوم نے مینی رسم الخط اپنا یا اور اسے ابجد کی مناسبت سے تشکیل دیا۔ اس طرح مینی رسم الخط کی ایک نئی قسم سامنے آئی۔

رسم الخط:

یوگریٹک (یوگارت) خط اس دور کی دوسری مینی خطوں کی طرح مٹی کی تختیوں پر اور انگریزی کی طرح بائیں سے دائیں سمت پر لکھا جاتا تھا، اس میں تقریباً 30 حروف تہجی ہوتے تھے جو بالترتیب ا ب ج خ د و ز ح ط ی ک ش ل م ن ذ ظ س ع ف ص ق ر ث غ ت، ہوتے یوگریٹک میں دو حرف علت ا ا بھی شامل تھے اور ساتھ ہی اس رسم الخط میں ”س“ کا ایک نیا لہجہ ملتا ہے جو ”ژ“ سے مماثل ہے۔ اس خط میں جملوں کو الگ ظاہر کرنے کے لیے ایک فل اسٹاپ بھی موجود تھا۔ یوگریٹک (یوگارت) خط میں گنتی بھی موجود تھی جو موجود عربی گنتی سے مماثلت رکھتی تھی، مثال کے طور پر: احد (ایک)، ثن (دو)، ثلث (تین)، اربعہ (چار)، خمس (پانچ)، ،،،،،،، یوگریٹک (یوگارت) خط کی الواح زیادہ تر کنعانی مذہب (بنی اسرائیلی مذہب نہیں) کی داستانوں پر مشتمل تھے ان میں کریٹ (Kret) کی داستان، دانیال کی داستان، بعل الیان کی اساطیر اور بعل کی موت کی داستان قابل ذکر ہیں۔ ان الواح سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کنعان ”ایل“ کی پرستش کرتے تھے اور ایل کا تہوار موسم گرما کے آغاز میں مناتے تھے راس شمراء کی الواح میں ایل کے تہوار پر پیش کیے جانے والے ڈراموں کی الواح بھی ملی ہیں یہ الواح آج

بھی شام کے نیشنل میوزیم آف الف الفو میں موجود ہیں۔ (اس ایل کے تہوار سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خدا کے لئے لفظ ایل عبرانی کے وجود میں آنے سے قبل اور بنی اسرائیل کے کنعان میں داخلے سے پہلے ہی بولا جاتا تھا اور یہ بت پرستوں کا خدا تھا۔) سامی النسل ہونے کی وجہ سے یوگریٹک (یوگارت) زبان کے کثیر الفاظ ایسے تھے جو بعد میں آنے والی سامی زبانوں "عبرانی"، عربی اور اردو وغیرہ میں موجود رہے۔ ساتھ ہی یونانی، لاطینی اور گیز (حبشی) زبان پر بھی اس کے اثرات ملتے ہیں۔ (ساتھ منسلک یوگریٹک تحریر میں ایک لفظ ہے آگے اسکا تلفظ اور معنی۔)

ورقارئین دیکھا جاسکتا ہے کہ وہ معنی آدمی بنتا ہے اور تلفظ ادم ہے اور لفظ یوگریٹک ہے۔ اور اس سے واضح ہے کہ لفظ آدم اور اسکے معنی خالصتاً عبرانی نہیں بلکہ قدیم سے مستعمل ہے اور یوگریٹک میں بھی ہے جو عبرانی سے قبل کی زبان تھی اور عبرانی نے یوگریٹک سے لیا۔ یوں آدم عبرانی لفظ نہیں ہے کیونکہ ہمیں یہ بھی دماغ لگانا چاہیئے کہ بنی اسرائیل یا ابرہام سے قبل بھی ارد گرد کی غیر اسرائیلی اقوام زمین کی تخلیق کا قصہ بیان کرتی تھیں (تفصیل آگے آرہی ہے) اور ان اقوام میں پہلے انسان کو کس نام سے بلایا پکارا جاتا تھا؟؟ بس اسی نام کو عبرانی سے قبل کی زبان میں بھی ادم کہا جاتا تھا جیسا یوگریٹک میں ملتا ہے۔ پھر اسے دیگر طرز سے لیں کہ ابرہام ایک خدا پرست تو حید پرست نبی تھے اور ہم ان پر بھی صحیفے کے نزول کا پڑھتے ہیں، اب ابرہام بھی پہلے انسان کو کسی نام سے پکارتے ہی ہوں گے اور ابرہام کے زمانے تک عبرانی کا وجود ہی نہیں تھا تو وہ پہلے انسان کو کیا پکارتے تھے؟؟ آدم، ایدم، اودم،؟؟) یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ توریت نہ موسیٰ نے لکھی نہ یہ موسیٰ کے زمانے کی حیات میں لکھی گئی۔ اگر ادوار کی ترتیب اور تحریر کے ارتقاء پر توجہ دیں تو پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی تحریر تصویری تھی پھر مینی رسم الخط رائج ہوا۔ اور ان زمانوں میں موسیٰ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ سمیری جو عراق میں بسے اسوقت زمانی

ترتیب سے موسیٰ کی پیدائش ہی نہیں ہوئی تھی۔ نہ اس وقت تک کنعان میں عبرانی وجود میں آئی تھی۔ پھر جب حمورابی بادشاہ بنا اس وقت تقریباً بنی اسرائیلی مصر کی قید میں تھے، اور رسم الخط مخفی تھا یعنی تیروں جیسے نشانات اور عبرانی وجود میں نہیں آئی تھی۔ اور مصر میں پھر بنی اسرائیلی بھلا کیسے عبرانی بول سکتے تھے؟ موسیٰ جب قوم کو لیکر مصر سے نکلے تو عام مسیحی اور تاریخی لحاظ سے یہ وقت، "ربیائی یہودیت کے مطابق موسیٰ 1391-1271 قبل مسیح تک زندہ رہے۔

(۱) جیروم کے مطابق 1592 قبل مسیح۔

(۲) اور جیمس یوشر کے مطابق 1571 قبل مسیح ان کا پیدائش کا سال تھا۔

(۳) حوالے: 1-2 Rabbah Jerome's -en:Seder Olam

for the birth of gives 1592 (4th century Chronicon

The 17th-century en:Ussher chronology -Moses3

paragraph 1658, (Annals of the World BC calculates 1571

164) (زیادہ قرین قیاس اور درست وقت) بائبل سوسائٹی سے شائع شدہ کتاب مقدس کی

مطالعاتی اشاعت اعتراف کرتی ہے کہ:

”روایت کے مطابق موسیٰ نے پہلی پانچ کتب لکھی ہیں“۔ (روایت کے سہارے

بتاتے ہیں مصدقہ کچھ نہیں)

مزید لکھا ہے کہ:

”یہ کہنا مشکل ہے کہ موسیٰ کا دور حیات کیا تھا؟ لیکن بائبل میں اول سلاطین 6:1

اور دوسری قدیم دستاویزات سے اشارے ملتے ہیں کہ موسیٰ 1400 قبل مسیح اور

1250 ق م کے درمیان روئے زمین پر چلتے پھرتے تھے“۔

اول سلاطین ب 6:1 میں لکھا ہے کہ:

”اور بنی اسرائیل کے ملک مصر سے نکل آنے کے بعد چار سو اسی سال اسرائیل پر سلیمان کی سلطنت کے چوتھے برس۔“

اور سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ مانا جاتا ہے کہ انہوں نے متحدہ اسرائیل پر 970 قبل از مسیح سے لے کر 931 قبل از مسیح تک حکومت کی۔ اس حساب سے بھی موسیٰ کی حیات کا زمانہ تقریباً 1400 قبل از مسیح بتا ہے۔) اسی موسیٰ کی حیات کے دور میں کنعان کی سرزمین پر منی رسم الخط رائج تھا اور فونیقی سے یوگریٹک رواج پا چکی تھیں مگر اب تک عبرانی وجود میں نہیں آسکی تھی۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ عبرانی وجود میں ہی کنعان کی سرزمین پر آئی کنعان سے باہر نہیں اور موسیٰ کبھی کنعان جا ہی نہیں سکے کنعان سے باہر ہی فوت ہو گئے تو انہیں عبرانی آہی نہیں سکتی تھی۔ عبرانی کے وجود میں آنے کے بارے میں مزید تفصیل آگے آئے گی

ان شاء اللہ

فصل اول

مسیحیت کے عوام و فیس کی علماء یہ ثابت کرنے لکھنے میں مجتہ ہوئے ہیں کہ ابتداً توریت عبرانی زبان میں ہی لکھی گئی، یا توریت کی اصل زبان عبرانی ہی ہے بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ اولاً اولاً خدا نے بھی آدم سے عبرانی میں ہی بات کی تھی یعنی دنیا کی پہلی زبان ہی عبرانی تھی اور توریت بعد میں دیگر زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہے۔ دراصل یہ کھلا فریب ہے۔ آئیے پرکھتے ہیں جانچ کرتے ہیں اور ان شاء اللہ ثابت کرتے ہیں کہ توریت کی زبان عبرانی نہیں تھی۔ کسی بھی زبان کو بولنا اور لکھنا دو الگ الگ بات و موضوعات ہیں۔ بولتا تو نومولود بھی ہے جو کئی طرح کی بے ربط آوازوں کی مانند ہوتا ہے کیونکہ اس وقت تک پھیپھڑے اور حلق آوازوں کو تال میل دے کر الفاظ کی صورت نہیں دے پاتے۔ جبکہ لکھنا کس طرح ہے یہ الگ طریقہ ہے۔ لسانیات میں بولنے کو تحریر کرنے یا لکھنے سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ پہلے بولا جاتا ہے اور بعد میں لکھا جاتا ہے۔ مثلاً: ایک بچہ پہلے پہل حروف سے ملکر جملے بناتے ہوئے بولتا ہے بات کرتا ہے مگر ابھی اسے لکھنا نہیں آتا۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ اولاً اولاً تحریر لکھنے یا اپنی بات سمجھانے کے لئے موجودہ دور کی طرح حروف نہیں تھے جیسے اب پ یا (a b c) وغیرہ اور ان حروف کی تشکیل و اختراع بہت بعد میں کسی بھی زبان کی تحریر کے ارتقائی مراحل سے گذر کر ہوئی جیسے کسی زبان کے بولنے میں ہی وہ زبان ارتقائی مراحل سے گذرتی رہی مثلاً: آج سے دو سو سال قبل کی اردو بولنے اور لکھنے کا انداز الگ تھا اور آج کافی تبدیل ہو کر سہل ہو چکا ہے بلکہ پرانے بہت سے الفاظ تو اب اردو سے متروک ہو چکے ہیں جسے سمجھنے کے لئے ذیل کی تحریر پڑھیں۔

متروک

متروک کے معنی ہیں 'ترک کیا ہوا'۔ جو زبان آج ہم تحریر و تقریر میں استعمال کرتے ہیں وہ سودو سو سال پہلے اتنی ساف ستھری اور نکھری ہوئی نہیں تھی جیسی اب ہے۔ برائے معلومات خاص خاص متروک الفاظ حسب ذیل ہیں ان متروک الفاظ کے سامنے وہ مترادف الفاظ بھی بریکٹ " میں لکھ دیئے گئے جو آجکل ان متروک الفاظ کے لئے رائج ہیں۔

متروک الفاظ:

ان نے (اس نے)، تلک (تک)، کھو (کبھی)، ٹک (ذرا)، کسو (کسی)، ستی (سے)، سوں (سے)، آوے (آئے)، بل بے (شاباش)، جوں (مانند)، کوں (کو)، تنیک (تھوڑا)، کن نے (کس نے)، تلے (نیچے)، ثرت (فوراً)، جانے ہے (جانتا ہے)، جاوے ہے (جاتا ہے)، یوں کر (اس طرح)، مچکوں (مچھکوا مجھے)، جب لگ (جب تک) انکھیاں (آنکھ) وغیرہ۔ (یہ عبارت جناب شفیع احمد صدیقی کی کتاب اردو قاعدہ سے لی گئی ہے) عبرانی ہی کو لے لیں کہ یہ بابل کی اسیری کے بعد متروک ہو چکی تھی اور چند علماء و کچھ کتب بھی عبرانی میں تھیں اور اسکی جگہ دیگر زبانیں بولی جانے لگیں تھیں۔ اور ملک اسرائیل کے وجود میں آنے کے بعد عبرانی کا احیاء ہوا اور یہ پھر سے زندہ ہوئی ورنہ مر چکی ہوتی معدوم ہو جاتی جیسا کہ بہت سی قدیم زبانیں مردہ ہو چکی ہیں۔ خود قدیم عبرانی آج متروک و معدوم ہو چکی ہے۔

ایک تازہ لسانی جائزے کے مطابق دنیا میں اس وقت کل چھ ہزار آٹھ سو نو زبانیں بولی جاتی ہیں۔ لیکن ان کی تعداد تیزی سے کم ہو رہی ہے کیونکہ نوے فیصد زبانیں ایسی ہیں جن کے بولنے والوں کی تعداد ایک لاکھ سے کم ہے۔ 537 زبانیں ایسی بھی ہیں جن کے بولنے والے پچاس سے بھی کم رہ گئے ہیں، لیکن زیادہ افسوس ناک حالت ان 46 زبانوں کی ہے جو آئندہ چند برسوں میں ختم ہونے والی ہیں کیونکہ ان کو بولنے والا صرف ایک ایک انسان باقی ہے۔

الغرض کہنا لکھنا صرف یہ ہے کہ دنیا کو علم ہے مگر دیسی مسیحی علم حاصل نہیں کرنا چاہتے کہ دنیا میں پہلے پہل موجودہ طرز کے حروف نہیں لکھے جاتے تھے بلکہ یہ ارتقاء کا نتیجہ ہے۔ پہلے پہل تحریر مقوشی شکلی تصویر ہوتی تھی (شکل نمبر 1-2) جیسے آثاریات میں مختلف علاقوں میں مختلف اشکال کی صورت تحریریں ملیں ہیں، مثلاً؛ گائے بیل کی شکل سانپ کی شکل عقاب کی شکل پانی کی لہروں کی شکل وغیرہ۔ جب تحریر ایسی ہوتی تھی، تو توریت کیا اس شکلوں کی صورت لکھے جانے والے انداز میں تحریر ہوئی تھی؟ تو پیش کریں ورنہ دیسی مسیحی منہ کے فار کرنا بند کریں۔ ویسے تو اللہ کا کرم ہے کہ عبرانی کا فریب یہاں بھی واضح ہو گیا مگر مزید تحریر کرتا ہوں۔

اگر بائبل کے خدا کی زبان بھی عبرانی تھی تو وہ کس زبان میں لکھ کر دیتا تھا؟ اسی شکلوں والی تحریر میں؟ کیوں مذاق کرتے ہو اے دیسی مسیحیوں اپنے ساتھ؟ جب زبان کا ارتقاء ہو چکا تھا اور تحریر شکلوں سے سمٹ کر مختصر حروف کی طرف آ موجود ہوئی تھی موجودہ توریت تب کی اور دیگر مصنفین کی تحریر ہے۔ یعنی عبرانی دنیا کی نہ پہلی تحریر ہے نہ بولے جانے والی پہلی زبان۔ آئیے دیسی مسیحیوں کو ابتداء میں لکھی جانے والی طرز تحریر کے بارے میں بتاتے ہیں۔ دنیا جانتی ہے مگر دیسی مسیحی نہیں جانتے کہ ابتدائی تحریر شکلوں میں ہوتی تھی اور اس طرح انسان جو بولتا تھا وہ تصاویر اشکال بنا کر بیان کرتا اور سمجھاتا تھا۔

مخنی رسم الخط

قدیم انسان کے پاس لکھنے کا کافی سامان نہ تھا اس لیے لکڑی کی کیل سے مٹی کی تختیوں پر تحریر نقش کر دیتا تھا۔ اس خط کے حروف تیروں کے سروں اور کیلوں کی مانند ہوتے تھے، چنانچہ اسے مخنی خط کہا گیا۔ مخنی رسم الخط کا شمار دنیا کے قدیم ترین خط میں ہوتا ہے، اسے پرکائی اور سہ گوشہ خط بھی کہتے ہیں۔ (شکل نمبر 3-4-5) ہزاروں سال قبل یہ رسم الخط سیر یا قدیم شام، فارس

قدیم ایران اور میسوپوٹیمیا قدیم عراق میں رائج تھا اور اس کی بنیاد وہی تصویری شکلی حروف تھے جو سمیریوں نے ایجاد کیے تھے۔ جب تصاویر کے بنانے میں زیادہ دقت محسوس ہوئی تو ان کو مختصر کر لیا گیا اور اسی عمل میں تصویر کی جگہ صرف کیل اور تیر نما نشان رہ گئے۔ 2500 ق م (تقریباً اجداد وابرہام کا ملک اُرمی میں رہائش کا زمانہ) میں سمیر کے جنوب میں آباد قبائل اپنے بادشاہ سارگون اول کی رہنمائی میں سمیر پر حملہ آور ہوئے تو انہوں نے ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو ”عکاد“ یا اکاد Akkad کے نام سے مشہور ہوئی۔ ’اہل عکاد‘ یوں تو سامی زبان بولتے تھے جو آرامی، عبرانی اور عربی وغیرہ سے کافی مماثلت رکھتی تھی (اس کا یہ مطلب نہیں کہ سامی زبان کے وقت عبرانی زبان بولی جاتی تھی ورنہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اسی وقت عربی زبان بھی بولی جاتی تھی۔ یہ لکھنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ سامی زبان کی موجودہ عبرانی و عربی سے مماثلت بتائی جائے کیونکہ اسی سے بعد میں عبرانی نے وجود پایا جیسا آگے بیان ہوگا۔) لیکن لکھنے کے لیے انہوں نے سمیریوں کا منجی رسم الخط اپنایا۔ چنانچہ تین ہزار سالوں تک اس خطہ میں منجی رسم الخط کو بین الاقوامی خط کی حیثیت حاصل رہی یہی نہیں ہزاروں برس بعد آرمینیا کی یورائین قوم نے بھی اس منجی خط کو اپنایا۔ جس طرح ہم پروٹوسیمٹک کو تحریر کے لحاظ سے تمام سامی زبانوں کی ”ماں“ کہتے ہیں اسی طرح عکادی زبان ”بولی“ کے لحاظ سے موجودہ سامی زبانوں عبرانی، عربی وغیرہ کی ”ماں“ تھی۔ (یعنی عبرانی زبان نہ صرف لکھنے بلکہ بولنے کے لحاظ سے بھی بعد میں وجود میں آئی) عکادی اور عربی میں وہی فرق ہے جو اردو اور ہندی کے درمیان ہے یعنی بولی ایک ہے مگر رسم الخط الگ ہے۔ عکادی زبان کے کئی الفاظ ایسے ہیں جو آج بھی سامی زبانوں یعنی یوگریٹک، فونیقی، آرامی، عبرانی، عربی اور اردو میں موجود ہیں۔

توریت کی اصل زبان کیا ہے؟

اس پر بحث چلتی ہے اور مسیحی ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں کہ عبرانی تھی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ہی پہلی اور آسمانی زبان تھی۔ اگر عبرانی پہلی زبان تھی آسمانی زبان تھی تو خدا نے اس مقدس آسمانی اپنی ہی زبان کو کیوں توڑا؟ لوگ جب بابل کا برج بنا رہے تھے تو خدا نے اس خوف و خدشے سے کہ یہ جوینار بنا رہے ہیں وہ اپنے ارادے سے چھوٹیں گے نہیں اس لئے انکی (اپنی آسمانی) اکلوتی زبان میں اختلاف ڈال کر فرقے فرقے کر دیا۔ (پیدائش ب 11: 4-7)

اور اسی باعث فساد ہوئے اور برج بنانا ترک کر دیا گیا۔ اپنی ہی زبان کے ٹکڑے بچنے کر کے مختلف لسانی گروہ کیوں کر دیئے۔؟ یہ بائبل کے خدا پر الزام آتا ہے کہ لسانی تفرقہ و منافرت پھیلانے کا باعث بنا جبکہ دوسری طرف قرآن کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے انسان کی نسل کو آگے بڑھایا مگر تمام انسانوں کی شکلیں آدم علیہ السلام جیسی نہیں بنائیں۔ قدو قامت، رنگ، آواز، عقل وغیرہ سب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ ایسا کیوں ہے؟ اس بارے میں قرآن کریم کی سورۃ الروم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاختلافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ (22)

(ترجمہ) اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں

اور رنگتوں کا مختلف ہونا ہے، بے شک اس میں علم والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

یہ تو ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ اگر سب انسانوں کی شکلیں ایک جیسی ہوتیں تو پھر حسن و جمال کا کوئی قصہ کہانی نہ ہوتی۔ اگر پوری دنیا کا موسم ایک ہوتا اور پوری زمین ایک جیسی ہوتی، سب

لوگوں کی عقل اور سمجھ بوجھ ایک جیسی ہوتی تو کوئی علمی اختلاف نہ ہوتا بلکہ یوں کہہ لیں کوئی علمی شغف نہ ہوتا تمام اشیائے خورد و نوش کا ذائقہ ایک جیسا ہوتا تو ایک علاقے میں ضرورت سے زائد اشیاء کی پیداوار کی خرید و فروخت ممکن نہ ہوتی لہذا معلوم ہوا یہ مختلف زبانیں، لہجے، اسلوب وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

سورۃ رحمن میں تخلیق انسان کے بعد جس پہلی بڑی نعمت خداوندی کا حوالہ دیا گیا ہے وہ اس کے نطق و بیان کی قوت ہے یعنی زبانوں کا ظہور بھی انسانی معاشرے کے ارتقائی عمل کا حصہ ہے۔ قرآن کے نظریہ کی روشنی میں یہ قیاس آرائی غلط ثابت ہو جاتی ہے کہ بابل کے مینار پر خدا نے انسانوں کو زبان کے اعتبار سے الگ کرنے کیلئے بگاڑ پیدا کیا (پیدائش ب 4:11-7) جبکہ یہاں ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی بھی نفی ہوتی ہے۔

قارئین توریت کے جو نسخے ملے ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ عبرانی میں ہیں مگر یہ کہنا کہ توریت کو موسیٰؑ نے عبرانی میں لکھا یہ مصدقہ و مستند نہیں ہے۔ وہی بات کہ اگر عبرانی ہی رائج تھی اسوقت تب ہی توریت عبرانی میں ثابت ہوگی۔ عبرانی تو خود دیگر زبانوں کی طرح ایک بنیادی زبان سے نکلی ہے وجود میں آئی ہے۔ جبکہ موجودہ عبرانی بھی قدیم عبرانی سے مختلف ہے۔ ہمیں زبانوں کی ابتداء پر غور کرنا پڑے گا۔ ابتدائی زبان لکھنے کی تحریر سادہ ابجد میں نہ تھی بلکہ ابتدائی انسان مختلف شکلیں بنا کر اپنی بات سمجھاتے تھے۔ (جیسا اوپر بیان ہوا) آج دریافت شدہ آثار سے یہ ثابت ہے کہ ابتدائی تحریر منقوشی ابجد میں تھی۔ مثلاً گائے کی شکل چڑیا کی شکل سانپ کی شکل وغیرہ۔ تو توریت اس طریقہ تحریر میں تو ہونہیں سکتی۔ اور یہ تحریر کا طریقہ موسیٰؑ کی ولادت سے قبل کا تھا۔ یعنی یہ انداز تحریر یا تو پھر آسمانی اور پہلا مانو ورنہ عبرانی کو پہلی زبان و انداز تحریر ماننے سے انکار کر دو۔

فصل دوم

آج دریافت شدہ آثار سے یہ ثابت ہے کہ ابتدائی تحریر منقوشی ابجد میں تھی۔ مثلاً بیل کی شکل چڑیا کی شکل سانپ کی شکل وغیرہ۔ تو توریت اس طریقہء تحریر میں تو ہونہیں سکتی۔ (یا اے بستی مسیحیوں ہو سکتی تھی؟؟) اور یہ تحریر کا طریقہ موسیٰ ع کی ولادت سے قبل کا تھا۔ یعنی یہ انداز تحریر یا تو پھر آسمانی اور پہلا مانو ورنہ عبرانی کو پہلی زبان و انداز تحریر ماننے سے انکار کر دو۔ پھر اگر موسیٰ کے وقت توریت موجودہ ضخامت کی تھی تو بڑے بڑے پتھروں پر کندہ کرنا ناممکن اور جان جو حکم کا کام تھا کیونکہ یشوع جب ملک کنعان میں داخل ہوا تو جنگوں سے ہی فرصت نہیں ملی تھی تو اتنی طویل ضخیم توریت پتھروں پر کیا لکھواتا؟ جو کچھ یشوع نے پتھروں پر لکھوایا وہ مختصر تھا کہ پتھروں پر آگیا اور اتنا مختصر کہ لکھا ہے یشوع نے شریعت کی سب باتیں پڑھ کر بھی سنائیں۔ (یشوع 8:34) غرض ہمیں یہ علم ہے کہ موسیٰ سے قبل تحریر شکلوں کی صورت ہوتی تھی اور موجودہ ابجد مثلاً: ا، ب، ت یا (a b c) یا عبرانی کے الفیتہ گیمیل موجود نہیں ہوا کرتے تھے۔ منقوشی تصویری رسم الخط جو ابتدائی تھا وہ ترقی کرتا ہوا ہزاروں سالوں میں تصاویر سے حروف میں تبدیل ہو گیا۔ ابتدا میں میسو پوٹیمیا میں پروٹوسیمپٹک ہوتی تھی جس سے فونیتی تحریر میں مدد لی گئی، فونیتی ایک طرح سے کریڈل آف لینگویجز ہے۔ یہ وہ دور تھا اندازاً جب اجداد ابرہام اور میں رہا کرتے تھے۔ فونیتی زبان سے ہی ازاں بعد اراکم عبرانی و عربی وجود میں آئیں۔

پروٹوسیمپٹک

ابجد موجودہ دور میں رائج زبانوں کی بنیاد ہے، یہ ابجد کس طرح بن گئے اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ قدرت نے انسان کو پیدا کرتے وقت ابجد کا سرمایہ بھی ساتھ ہی عطا فرمایا

چنانچہ ہر ننھے بچے کی زبان سے خواہ کسی ملک کا بھی ہو آں، اوں، با، تا، دا، شاں، شوں، غاں، غوں، فاں، فوں، ماں، ناں، وا وغیرہ کی آوازیں بخود نکلتی ہیں اور انسان نے انہیں آوازوں سے ابجد کی بنیاد ڈالی۔ آثارِ قدیمہ اور لسانیات کے ماہرین کے مطابق وہ پہلی زبان جس نے اولین ابجدی حروف وضع کیئے پروٹوسیمیٹک ہے۔ پروٹوسیمیٹک ProtoSemitic جسے آثارِ قدیمہ کے اکثر ماہرین پروٹوسینائی ProtoSinaitic اور پروٹوکنعانی ProtoCanaanite زبان بھی کہتے ہیں، حقیقتاً تمام ابجد زبانوں کی "ماں" ہے یعنی آج ہم جو بھی حروف پڑھتے ہیں چاہے وہ اب پ ت ٹ ہوں یا ABCD یا عبرانی حروف وغیرہ یہ تمام حروف اسی زبان سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اس زبان کے رکھے گئے نام پروٹوسیمیٹک سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ زبان سامی النسل اقوام کی اولین زبان تھی۔ یہ زبان آج سے ہزاروں سال قبل مغربی ایشیا میں رائج تھی اور اس سے دیگر جوبانیں وجود میں آئیں ان میں منجی، پیکانی، عکادی، کنعانی، فونیقی، آرامی، "عبرانی"، سریانی، عربی، یونانی، لاطینی، اہرامک، گیزا، تھوپائی، سبائی، شمودی، بربر، آرمینی، پہلوی، برہمی، سائرک اور انگریزی وغیرہ شامل ہیں۔ (عبرانی بھی اسی سے وجود میں آئی، سمجھے؟) حیرت انگیز بات یہ ہے کہ پروٹوسیمیٹک زبان کے اکثر الفاظ آج بھی ان زبانوں میں جوں کے توں رائج ہیں۔

فونیقی

تاریخ:

آج سے پانچ ہزار برس قبل جس زمانہ میں لوگ ایک جگہ رہنے کے بجائے تلاشِ معاش میں چل پھر کر زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ بحیرہ روم کے مشرقی ساحل، شمالی فلسطین، مغربی شام اور لبنان پر قبیلہ سام کی ایک شاخ جو یہاں آکر آباد ہو گئی، جسے آج ہم فونیسیا یا فونیقی کے نام سے

یاد کرتے ہیں۔ فونیقی قبیلوں نے جو سامی نژاد تھے اور ”سامی زبان“ میں گفتگو کیا کرتے تھے تین ہزار سال قبل مسیح میں سامی مہاجرین کے ساتھ بحیرہ روم کے مشرقی ساحلوں کو بسایا اور شام سمیت ساحلی علاقوں میں آباد ہو گئے۔ انہوں نے نہ صرف لبنان کے مغربی ساحل پر کئی تجارتی شہر تعمیر کیے بلکہ اسپین، اٹلی، تیونس، قبرص، مالٹا، شمالی افریقہ، مارسیلیز، الجیریا، لیبیا، ترکی، مراکش، انگلینڈ اور موریتانیہ میں بھی اپنی نوآبادیاں اور تجارتی کالونیاں قائم کیں جن کے آثار آج بھی موجود ہیں۔

نام:

ماضی میں سرزمینِ فلسطین کو ”ارض کنعان“ کہا جاتا تھا۔ فونیقیوں نے جب اس علاقہ میں رہائش اختیار کی تو خود کو اپنے علاقے کے نام سے اہل کنعان موسوم کیا جیسے اہل صور و اہل صیدا وغیرہ۔ انہوں نے کبھی بھی اپنے آپ کو فونیقی نہیں کہا اور اس دور میں کہیں بھی فونیقیوں کا نام نہیں ملتا ہے۔ فونیقی کی اصطلاح ہومر کے زمانے سے یونان میں رائج ہوئی۔

حروف تہجی:

فونیقی ترقی یافتہ تہذیب و تمدن کے حامل تھے وہ کانسی اور لوہے کو اپنی صنعتوں میں استعمال کیا کرتے تھے اور فوجی ساز و سامان بنانے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ فونیقیوں کا سب سے بڑا کارنامہ حروف تہجی کو آسان فہم میں منتقل کرنا اور دروازے کے علاقوں میں پہچانا ہے، انہوں نے ”پروٹوسیمپٹک“ حروف کو مزید سہل بنایا تا کہ لکھنے میں زیادہ وقت صرف نہ ہو اور کاروباری ضرورت کے تحت پپائرس کی شاخوں کے کاغذ مصر سے درآمد کیے تاکہ مٹی کی تختیوں پر نقش کرنے میں جو وقت ضائع ہوتا ہے نا ہوا اور بحری سفر کے دوران نمی سے جو مٹی کی تختیوں کو نقصان پہنچتا ہے اُس سے بھی بچا جاسکے۔ فونیقیوں کا ایک اور بڑا کارنامہ گنتی کی ایجاد ہے۔ تاجر پیشہ ہونے کی

وجہ سے انہوں نے ریاضی کی تحریری اہمیت کو سختی کے ساتھ محسوس کیا۔ فونیقی قوم کا یہ رسم الخط مختلف اقوام میں پہنچ کر تبدیل ہوتا گیا لیکن پونک Punic قوم میں یہ رسم الخط جوں کا توں رائج رہا اور فونیقی قوم کے زوال کے برسوں بعد 200 قبل مسیح تک رائج رہا۔

فونیقی کے دیگر زبانوں پر اثرات:

فونیقیوں کا بنایا ہوا ابجدی رسم الخط اور اس کے حروف تہجی اتنے سہل اور آسان فہم تھے کہ دنیا بھر کی مختلف اقوام نے اسے اپنایا۔ میسوپوٹیمیا کے آرامی، یورپ کے یونانی اور رومی، مشرق وسطیٰ کے عبرانی، عربی، شمودی، نبطی، افریقہ کے حبشی اور ہندوستان کے برہمی رسم الخط فونیقیوں سے ہی ”حاصل کردہ“ ہیں۔

قارئین! اب جب ہم زبان و تحریر کے بارے میں مستند و مصدقہ حقائق سے یہ جان چکے ہیں کہ ابتدائی تحریر منقوشی تصویری ہوتی تھی اور ترقی کرتے کرتے مینی رسم الخط میں ڈھلی جس میں تیر لکیر و دیگر اشاروں سے کام لیا جاتا تھا اور یہ بھی علم میں آیا کہ پروٹوسیمپٹک تحریروں کی ماں ہے اور تب تک عبرانی نے ”لکھنا“ شروع نہیں کیا تھا یعنی وجود میں ہی نہیں آئی تھی، بلکہ جب فونیقی کنعان میں آئے (بنی اسرائیلوں سے قبل) تب فونیقیوں نے جو خود کو اہل کنعان ہی کہتے تھے (اور ان ہی اہل کنعان کو شکست دے کر کنعان پر قبضہ کرنے کا حکم دیا گیا اور موسیٰ کنعان میں جا ہی نہیں سکے، اور ان ہی فونیقیوں نے) تحریر و زبان کے حروف کو ترقی اور جدت دی اور مختصر کیا۔ عبرانی سمیت کئی زبانیں وجود میں آئیں (اور عبرانی کنعان میں وجود میں آئی اور موسیٰ کنعان میں داخل ہی نہیں ہو سکے تو عبرانی کہاں سے سیکھتے یا جانتے؟؟) اور عبرانی میں فونیقی ابجد و حروف کو استعمال کیا گیا، جب ایسا ہے تو تو ریت بھلا کس طرح کنعان میں عبرانی میں موسیٰ ع کے توسط سے لکھی جاسکتی تھی؟

قارئین! یہاں میں ان فیس کی نام نہاد دیسی مسیحی نقادوں کی بے سرو پا کی تنقید کے بارے میں بھی کچھ مختصر لکھتا چلوں جنہوں نے پہلے حصے کو بغور پڑھے بغیر تنقید کرنا شروع کر دیا اور جو کچھ پہلے حصے میں لکھا ہی نہیں اسے لکھ کر پوسٹ پر اعتراض داغے۔ ایک پاسٹر مین جنہوں نے پوسٹ میں لکھی تحقیق کو سمجھا نہیں اور اسی تحقیق کو دوبارہ لکھ کر اعتراض کرنا چاہا جس پر میں نے سمجھایا کہ جو آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ ایسا ایسا تھا وہ میں پوسٹ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں۔ دوسرے کوئی ویرجی ہیں جنہوں نے عقل کو گھاس بھی کھلانے کی زحمت گوارا نہیں کی اور جواباً لکھا کہ آپ کے مطابق توریت عربی میں تھی یا ابرہام اسحاق یعقوب عربی بولتے تھے؟؟ جناب بے عقل ویر سے کہا کہ میری پوسٹ میں لکھا ہی نہیں میں نے کہ یہ سب عربی بولتے تھے تو مجھ پر اعتراض کیوں؟ بھاگے بھاگے گئے اور مرس کی طرح فی الفور اپنی وال پر اسی عربی پر پوسٹ لگادی۔ پھر چند گھنٹوں بعد ایک طویل بے مقصد اور میری پوسٹ کے موضوع سے ہٹ کر بہت طویل پوسٹ دوبارہ لکھدی کہ یسوع اور شاگرد اور پولس عبرانی بولتے تھے۔ واہ جی واہ مجھے کب انکار ہے کہ یسوع سمیت شاگرد عبرانی بولتے "تھے" اور پولس بولتا تھا۔ میری پوسٹ کا موضوع جو آگے میں مزید کھلے گا کہ توریت موسیٰ ع نے عبرانی میں نہیں لکھی نہ ان کے زمانے میں موجودہ توریت لکھی گئی۔ بہر حال ان فیسکی عالموں کے اعتراضات کا اس موضوع کو مکمل کرنے کے بعد جواب لکھوں گا۔ ان شاء اللہ

فصل سوم

تب فونیتیوں نے جو خود کو اہل کنعان ہی کہتے تھے تحریر و زبان کے حروف کو ترقی اور جدت دی اور مختصر کیا۔ عبرانی سمیت کئی زبانیں وجود میں آئیں (اور عبرانی کنعان میں وجود میں آئی اور موسیٰ کنعان میں داخل ہی نہیں ہو سکے تو عبرانی کہاں سے سیکھتے یا جانتے؟) اور عبرانی میں فونیتی ابجد و حروف کو استعمال کیا گیا، جب ایسا ہے تو تواریت بھلا کس طرح بذریعہ موسیٰ ع کنعان میں عبرانی میں لکھی جاسکتی تھی؟

اب کچھ مسیحیوں کی باتیں اور تاویلیں اور بائبل سے اور مفسرین کے اقوال بھی دیکھتے ہیں۔ بائبل میں آدم ع سے تارح اور تارح سے ابراہیم ع کی پیدائش تک کا شجرہ و عرصہ جس طرح پیش کیا گیا ہے اس میں سالوں کے حساب کتاب سے جب ابراہام پیدا ہوئے تو نوح زندہ تھے (سم بھی زندہ تھا) اور ابراہام کچھ عرصہ نوح کے پاس بھی رہے۔ اسکی تصدیق مکتبہ عنادیم سے شائع ہونے والی مختصر تالمود بھی کرتی ہے۔ (ص 32-33)

ابراہام اُر سے تقریباً 2000 قبل مسیح میں کنعان آئے جہاں عبرانی زبان نہیں بولی جاتی تھی (نہ عبرانی زبان کا وجود تھا) اور وہ بائبل کے مطابق کنعان میں 40 سال زندہ رہے۔ (یاد رہے ابراہام کی زبان عبرانی نہیں بلکہ سومیری تھی جو اُر میں بولی جاتی تھی، قارئین یہاں ایک بات اور توجہ طلب ہے جو تاریخی حقیقت ہے جسے یہ دیسی مسیحی عقیدت میں اور فریب دینے کے لئے قطعی تسلیم نہیں کریں گے کہ ابراہام کا نام ابرام انکے اُر میں پیدا ہونے پر رکھا گیا اور اس وقت تک بابل وغیرہ میں عبرانی وجود میں ہی نہیں آئی تھی تو ابراہام نام بھی عبرانی نہیں ہو سکتا بلکہ یہ اور دیگر نام موسیٰ کے بعد عبرانی کے وجود میں آنے کے بعد دیگر افراد نے پہلے کی زبانوں سے کاپی کر لئے جیسا کہ آپ کو علم ہو چکا ہے گذشتہ اقساط کے ذریعے کہ ایل یعنی خدا بھی بابل سے لیا

گیا ہے اور عبرانی میں شامل کر لیا گیا آدم جو یوگرٹیک و دیگر زبانوں میں مستعمل تھا اسے عبرانی میں شامل کر کے خالص عبرانی نام جتاتے ہیں۔ موسیٰ نام بھی مصری زبان کا ہے مگر اسے عبرانی بتاتے ہیں۔) تو حساب کتاب کے مطابق ابرہام کنعان میں چالیس سال زندہ رہے اسکے بعد اصحاق ہوئے جنکی کل عمر ایک سو اسی سال تھی پھر یعقوب اور یعقوب اپنی عمر کے آخری سترہ سال مصر میں گزار کر فوت ہوئے۔ (ابرام جب کنعان آئے تو لوط کے علاوہ اکیلے عبرانی تھے جبکہ انکی زبان عبرانی نہیں تھی، پھر اصحاق ہوئے اصحاق سے یعقوب اور انکے بارہ بیٹے۔ یہ ہوئے پندرہ افراد اور انکی بیویاں و دیگر کو بھی ملا لیں تو 40/50 افراد ہوئے، اب ان چالیس پچاس افراد نے کیا کنعان میں دو ڈھائی سو برسوں میں بالکل ہی نئی زبان کو بنایا وجود دیا؟؟؟ یعنی زیرو سے؟؟؟ یہ قطعی ناممکن ہے کیونکہ ہم پیچھے پڑھ کر آچکے ہیں کہ موجود زبانوں میں بھی ارتقائی منازل میں ہزاروں سال لگ جاتے ہیں۔ اور یہ بھی دیکھا کہ عبرانی سامی زبان کے خاندان میں شمار ہوتی ہے یعنی جیسے خاندان کی ابتداء ہونے میں ایک سربراہ ہوتا ہے اور اسکی اولاد سے اولاد اور اسطرح خاندان بنتا ہے اسی طرح معلوم تحقیق کے مطابق پروٹوسیمٹک تحریری خاندان کی سربراہ تھی اور دیگر تحریریں اسکے بعد اس ہی میں سے وجود میں آئیں۔ (خاندان کی سربراہ عبرانی نہیں تھی۔) اسطرح یہ تو واضح ہے کہ یعقوب و آل، مصر جاتے وقت عبرانی نہیں جانتی تھی۔ اگر کسی مسیحی عالم کے پاس کوئی ثبوت ہے تو پیش کرے۔) اور اسکے بعد اسرائیلی قوم چار سو سال مصر کے غلام رہے۔ اس حساب سے بھی اسرائیلیوں کو عبرانی زبان نہیں آتی تھی نہ بولتے تھے اور موسیٰ چار سو سالہ غلامی اسیری کے تین سو بیسویں سال میں پیدا ہوئے۔

(۱) ایک دعویٰ یہ بھی مسیحی کرتے ہیں کہ اسرائیلی قوم مصر میں الگ تھلگ مقام جشن میں رہتی تھی اس لئے وہ اپنی زبان (عبرانی) بولتے تھے اور بھولے نہیں تھے۔ جواب۔ یہ دعویٰ اس وقت سجتا اور اچھا لگتا ہے جب مسیحی یہ ثابت کر دیں کہ ابرہام عبرانی بولتے تھے یا اصحاق و

یعقوب بھی بولتے تھے اور مصر کی قید میں عبرانی زبان قائم رکھی گئی؟؟ اوپر بیان ہو چکا کہ پہلے پہل منقوشی تصویری مینی تحریر تھی اور اس سے پھر ترقی کر کے کنعان میں عبرانی وجود میں آئی۔ یہاں میں ایک موجودہ دور کے مسیحی محقق اور مصنف حنین وقاص صاحب کی تحقیق بھی پیش کرتا چلوں۔

وہ لکھتے ہیں کہ:

”عبرانی ایک قدیم تحریر ہے جو صدیوں کا سفر کر کے ہم تک پہنچی ہے خدا نے کتاب مقدس جس زبان میں قلمبند کروائی وہ ہماری جدید زبانوں یہاں تک کہ جدید عبرانی سے بھی مختلف ہے۔“

قارئین حالانکہ حنین وقاص نے خوب زور مارنے کی کوشش کی ہے کہ توریت عبرانی میں ہی تحریر ہوئی ہے مگر بحالتِ مجبوری یہ اقرار بھی کرنا پڑا کہ وہ تحریری زبان نہ صرف موجودہ عبرانی سے بہت مختلف تھی بلکہ دیگر جدید زبانوں سے بھی مختلف تھی۔ یہ دعویٰ تو خیر "ہوا" ہی ہو جاتا ہے کہ خدا کی زبان عبرانی تھی کیونکہ جب عبرانی کا وجود ہی نہیں تھا تو خدا کی زبان کیسے؟؟ (اور یہ عجیب دعویٰ کیا جائے کہ خدا تو پہلے ہی ہر زبان جانتا تھا تب بھی دیسی مسیحی بھلا کیسے ثابت کر سکتے ہیں کہ خدا نے عبرانی ہی پسند کی؟ دیسی مسیحیوں سے بڑھکر تو مسلمان دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اللہ نے انسانیت کے لئے عربی کو چنا کیونکہ قرآن خود کہتا ہے کہ قرآن کو عربی میں نازل کیا گیا جبکہ توریت میں تو ایسا دعویٰ ہی نہیں ہے۔) اور نہ تحریر عبرانی تھی کیونکہ موجودہ حروف تہجی ہی نہیں تھے تو عبرانی تحریر کیسے؟؟ پھر ابرہام کو عبرانی کسی قوم یا عبرانی زبان جاننے والے کی وجہ سے نہیں کہا جاتا تھا بلکہ ان کے اجداد میں عابر یا عبر نام کے ایک صاحب گذرے تھے جنکی نسل کی وجہ سے ابرہام عبرانی کہلائے۔

(۲) مسیحی زرک و پاسٹر دیگر کہتے ہیں کہ:

”موسیٰ کی پرورش انکی ماں نے گود میں کی انھیں دودھ پلایا اس لئے موسیٰ عبرانی جانتے تھے اور اسے علم تھا کہ وہ عبرانی ہے۔“

جواب:

واہ جناب کیا دور کی کوڑی لائے جسکی حیثیت کوڑی جتنی بھی نہیں۔ موسیٰ کی والدہ نے دودھ پلایا تھا لینگوئج سینٹر نہیں کھولا تھا اور نہ ہی دو تین سال (دودھ پلانے کی عمر تک) میں بچہ مکمل زبان سیکھ جاتا ہے البتہ چند الفاظ جملے ہی سیکھ پاتا ہے، رہا کسی کو یہ علم ہونا کہ وہ بذاتہ عبرانی ہے تو اس سے نسل قومیت کا علم تو ہوسکتا ہے مگر عبرانی زبان بھی آتی تھی یہ کہاں ثابت ہوتا ہے؟؟ جیسے امریکہ میں برسوں مقیم رہنے والوں کے بچے یہ تو جانتے ہیں کہ وہ پاکستانی ہیں مگر زیادہ تر کو پاکستانی اردو زبان نہیں آتی۔ کاش یہ مسیحی عقل بھی استعمال کرتے۔

قارئین! موسیٰ مصر میں پیدا ہوئے اور نام تک مصری زبان سے ہی لیا گیا۔ اور مفسر ولیم میکڈونلڈ لکھتے ہیں کہ:

”مصری زبان میں موسیٰ کا مطلب بچہ یا بیٹا ہے۔“۔ عبرانی میں ”نکالا ہوا“۔ (تفسیر

پیدائش تا استثناء ص 117)

قارئین یہاں سے ہی علم ہو جاتا ہے کہ موسیٰ مصری زبان کا لفظ ہے کیونکہ بادشاہ کے محل میں بچے کا نام بادشاہ ہی رکھے گا اور جب عبرانی وجود میں آئی تو عبرانی میں موسیٰ نام کے معنی نکالا ہوا اختیار کیا گیا۔ (کیونکہ بعد کے قصہ گو جانتے تھے کہ موسیٰ کو دریا سے نکالا گیا تھا اس لئے مصری نام موسیٰ کے معنی یہ اختیار کئے گئے۔) تو نام سے یہ قطعی نہیں لیا جاسکتا کہ موسیٰ نام صرف عبرانی ہی سے نکلا ہے۔ پھر موسیٰ کا نام ہی مصری نہیں بلکہ علوم و فنون بھی مصر میں حاصل کئے، رہائش بادشاہ کے ساتھ ہوتی تھی عبرانیوں سے مستقل کیا عارضی بھی کوئی تعلق نہیں تھا تو بھلا عبرانی کیسے جان سکتے تھے جبکہ ابھی عبرانی وجود میں بھی نہ آئی ہو۔

قارئین! اسکا ثبوت خود بائبل میں ہے کہ، اعمال 7: 23 تا 30 میں لکھا ہے:

”موسیٰ جب چالیس سال کا ہوا تب اسکے جی میں آیا کہ میں اپنے بھائیوں بنی اسرائیل کا حال دیکھوں۔“

قارئین! چالیس سال تک موسیٰ اپنی قوم سے بیگانہ بے تعلق رہے اور انکا جی دل ہی نہیں چاہا کہ بنی اسرائیل کا احوال تو معلوم کروں، جب چالیس کے ہوئے تب جی چاہا۔ جو چالیس سال تک بنی اسرائیل سے دور رہے انکے لئے دیسی مسیحیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ اسرائیلیوں کے ساتھ انکے علاقے جشن میں رہتے تھے یا انکی زبان جانتے تھے نری حماقت، جہالت، بے وقوفی، خجالت ہی ہے۔ پھر مزے کی بات اسی باب کے جملے 30 سے پتہ چلتا ہے کہ موسیٰ ع چالیس سال کی عمر میں ہی مدیان چلے جاتے ہیں اور وہاں بھی چالیس سال رہتے ہیں اور مدیان میں بھی عبرانی زبان نہیں بولی جاتی تھی نہ عبرانی وجود میں آئی تھی۔ چالیس کی عمر میں مدیان چلے گئے اور وہاں چالیس سال رہے۔

کتاب پیدائش کے مطابق یعقوب وانکی اولاد مصر گئی اور وہاں چار سو سال غلامی کرنی تھی۔ یعنی چار سو سال بعد مصر سے نکلتی۔ موسیٰ اسی سال کی عمر میں بھی اسرائیلی قوم کو مصر سے لیکر نکلے تو اسکا مطلب ہے کہ موسیٰ کی پیدائش سے قبل تین سو بیس سال اسرائیلیوں کے مصر کی غلامی میں گزر چکے تھے اور پیدائش کے بعد اسی سال مذید یعنی چار سو سال اور بائبل کے مطابق قوم اسرائیل کی چوتھی پشت چل رہی تھی کیونکہ لکھا ہے کہ چوتھی پشت میں وہ مصر سے نکلیں گے۔ (پیدائش 15: 16)

تو بھلا موسیٰ کیسے ماں کی گود میں عبرانی سیکھ سکے تھے؟ زرک جیسے دیسی مسیحی آئے روز ہی ایسی ہانکتے رہتے ہیں

(۳) ایک مسیحی سیمنن جون نے بڑھانکی کہ اہل یہود حضرت موسیٰ کے نیچے کام کرتے تھے

اور انکو انکی زبان آنا عام بات ہے۔

جواب:

مجھے تو سیمن اور سیمن جیسوں کی عقل پر ماتم کرنے کا دل کرتا ہے، کچھ بھی بول جاتے ہیں سوچتے ہی نہیں۔ موسیٰ کے نیچے کیسے کام کرتے تھے؟ موسیٰ کیا آرکیٹیکٹ تھے یا سول انجینئر تھے؟ جبکہ اوپر پڑھ کر آچکے ہیں کہ موسیٰ کو اسرائیلیوں سے ملنے کا خیال وجی ہی چالیس سال کے بعد آیا تھا۔ پھر اسوقت سیمن کے مطابق صرف یہود نہیں تھے بلکہ اسوقت یہود کی اصطلاح استعمال ہی نہیں ہوتی تھی البتہ قوم بنی اسرائیل کہلاتی تھی۔ پھر یہی تھی تو طے کرنا ہے کہ موسیٰ عبرانی بولتے بھی تھے؟ جب وہ عبرانی جانتے ہی نہیں تھے تو وہ یا انکے نیچے کام کرنے والے بھلا عبرانی کیسے جاننے لگے؟ (یہاں سیمن کے بیان سے ایک اور بات واضح ہوتی ہے سچائی سامنے آتی ہے کہ جیسے سیمن نے بنی اسرائیل کے بجائے آج یہود کہا کیونکہ اب بنی اسرائیل نہیں بلکہ صرف "یہود" ہیں اور کہا کہ یہود موسیٰ کے نیچے کام کرتے تھے، حالانکہ موسیٰ کے وقت یہود نہیں کہا جاتا تھا بلکہ بنی اسرائیل کہا جاتا تھا اور جب بہت بعد میں قوم بنی اسرائیل کے ٹکڑے ہوئے تو صرف یہود ہی رہ گئے اور یہود کہا جانے لگا جیسا موجودہ دور میں، اسی طرح عہد قدیم میں اسی طرز پر سوچیں کہ توریت میں بہت سے نام مقام واقعات وہ لکھے ہیں جو موسیٰ کے دور میں تھے ہی نہیں اور بعد میں وقوع پذیر ہوئے۔ مثلاً: ابرہام نے دان تک پہنچا کیا۔ (پیدائش 14:14) جبکہ موسیٰ دان لکھ ہی نہیں سکتے کیونکہ موسیٰ کے برسوں بعد لیس شہر کا نام بدل کر دان رکھا گیا۔ (قضات 18:29) ان ہی بے شمار وجوہات کے باعث مسیحی اسکالرز بھی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ توریت موسیٰ نے نہیں لکھی نہ موسیٰ کے وقت عبرانی میں تھی۔)

جیسے آج موسیٰ کے بعد سیمن نے یہود لکھا البتہ سیمن موسیٰ کے وقت کا ہوتا تو بنی اسرائیل

فصل چارم

ان ہی بے شمار وجوہات کے باعث مسیحی اسکالر زبھی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ توریت موسیٰ نے نہیں لکھی نہ موسیٰ کے وقت عبرانی میں تھی، بلکہ میں تو یہ تک کہوں گا کہ نہ موجودہ ضخامت میں تھی۔

محدث میگزین میں محمد سلیمان اظہر لکھتے ہیں:

”تورات جس میں خدا کے وعدے کا ذکر ہے اس کے متعلق تمام بڑے مغربی محققین متفق ہیں کہ وہ تورات ہرگز نہیں ہے جو خدا نے (موسیٰ کو) عنایت کی تھی بلکہ یہ ان ”روایات“ و ”خطوط“ کا ”مجموعہ“ ہے جو مختلف ”ادوار“ ہی کی پیداوار ہیں اور جنہیں یہودی علماء نے مذہبی اغراض سے ”یکجا“ کر دیا ہے۔ (اسے جی ٹی مینلی بھی لکھتے ہیں جس کا تذکرہ آگے آتا ہے)

اس توراۃ کا ماخذ وحی الہی کی بجائے بعض دوسرے ماخذ ہیں۔ مثلاً: ”مختصر جائزہ تاریخ انسانیت“ کے مطابق تورات کو ڈاف موسیٰ یعنی پنٹائیوک کا عبرانی نام ہے جس کے متعلق یہود کا عقیدہ ہے کہ ۱۲۳۰ ق م میں حضرت موسیٰ کو بذریعہ وحی کوہ طور پر ملی تھی لیکن بہت سے نقاد اس بات کو تسلیم نہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ موجودہ تورات میں شامل پانچوں کتابوں کے وحی کے بجائے ۱۴ اور ماخذ ہیں جن کے نام:

Deutermonist اور Elohist-Johist Priestly Code ہیں۔

مصنف مورس بوکا نکلے بھی لکھتے ہیں کہ:

”انیسویں صدی میں ماخذ کے بارے میں اور بھی گہری تحقیق ہوئی اور 1854ء میں توریت کے چار ماخذ تسلیم کر لئے گئے:

(۱) یہودی۔۔۔ اسے نویں صدی قبل مسیح کا مرتب شدہ قرار دیا گیا۔ یہ یہوداہ میں

ضبط تحریر میں لایا گیا۔

(۲) الوہیمی۔۔۔ یہ متن کچھ جدید ہے اور اسرائیل میں لکھا گیا۔

(۳) استثنائی۔۔۔ بعض صاحبان کے نزدیک یہ آٹھویں صدی قبل مسیح کا ہے۔

(۴) مرشدانہ متن۔۔۔ یہ جلاوطنی یعنی اسیری کے وقت چھٹی صدی قبل مسیح میں

لکھا گیا۔ جیسے کتاب پیدائش میں تین ماخذ ہیں۔ (صفحات 45 تا 47)

محمد سلیمان اظہر مزید لکھتے ہیں کہ:

”فراعنہ کا مصر نامی کتاب کے مصنف کی رائے یوں ہے۔ عبرانی قوانین موسیٰ

(تورات) قانونِ حمورابی سے اخذ شدہ ہیں۔ اور اس بات کی تصدیق اب چار ہزار

سال بعد ایک کھدائی میں ملنے والے ایک ستون سے ہو گئی ہے جس پر قانونِ حمورابی

درج ہے۔ یاد رہے کہ حمورابی ۲۱۲۳ سے ۲۰۸۰ ق م تک بابل کا بادشاہ تھا۔ (موسیٰ

سے قبل) ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ عبرانی زبان جو ”موجودہ“ تورات کی اصل

زبان سمجھی جاتی ہے اس کے حروف تہجی فونیتی زبان سے ماخوذ ہیں اور اخذ و

استفادے کا یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام سے ۴۰۰ سال بعد کا ہے۔“

ابراہام بن یوسف لکھتا ہے کہ:

”عبرانی موسیٰ سے 300 سال بعد وجود میں آئی۔“ (انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف دی

ہیبر یولینگوئج ص 38)

قارئین! تو پھر بھلا کیسے عبرانی الہی یا پہلی یا توریت کی زبان ہو سکتی ہے؟ خدا کا عبرانی نام

یہوواہ ہے۔ اچھا اگر عبرانی میں نام یہوواہ ہے تو اس سے عبرانی پہلی بولی کیسے ثابت ہوئی؟ جنہوں

نے بعد از موسیٰ توریت عبرانی میں لکھی اُنہوں نے ارد گرد اقوام کے خدا کو بھی لیکر لکھ دیا جسکے

مطلقہ کا آج تک علم نہیں ہے۔ پھر قدیم بت پرست بھی یہوواہ نام کے بت رکھتے تھے جیسے موسیٰ

سے پہلے بابل میں بتوں کو ایل کہا جاتا تھا تو کنعان آمد کے بعد اسرائیلیوں نے اسی ایل کو بطور خدا

لے لیا اور عبرانی میں بت ایل اسرائیل کا خدا ہو گیا۔ اسرائیلی دوسروں کے قوانین عقیدے اور خداؤں کو اپنا بنانے میں پید طولی رکھتے تھے۔ مصر میں گائے بیل کی شکل کے دیوتا دیکھے تو مصر سے نکلتے ہی موسیٰ کے پہاڑ پر جاتے ہی بیل بچھڑے کی شکل کا دیوتا خدا بنا کر پوجنے لگے، جب کنعان آئے تو وہاں موجود قوموں کے ایل کو اپنا خدا بنا لیا، اسی طرح اسیری میں جانے تک بعل و دیگر بتوں کو پوجتے رہے۔ تو یہ دلیل تو نہیں بن سکتی۔ ایک صاحب بھاگ بوٹا نے ظفر اقبال صاحب کے رد میں عبرانی کے حق میں پوسٹ لکھی۔

4 دلیل کے طور پر لکھا کہ جب موسیٰ کے غیر عبرانی ثابت ہونے سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ توریت عبرانی زبان میں نازل نہیں ہوئی تو توریت کے عبرانی زبان میں نازل ہونے سے یہ کیوں ثابت نہیں ہو سکتا کہ موسیٰ عبرانی سے واقف تھے؟

جواب:

واقعی یہ دیسی مسیحی فیس بک پر اپنا جھنڈا اونچا کرنے کے شوقین نہ جانے کیوں عقل کو گھاس چرنے کے لئے چھوڑ کر بحث کرنے آ جاتے ہیں؟ بھائی جی توریت کو عبرانی میں ہی تو ثابت کرنا ہے، اگر موسیٰ نے توریت لکھی ہے تو۔۔ کچھ سمجھو اگر سمجھ آ جائے تو۔ آپکی لغو دلیل دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک موسیٰ کو عبرانی زبان آنا۔ دوسرا توریت کو عبرانی میں لکھا جانا۔ پہلے کا جواب یہ کہ قرآن و شواہد سے موسیٰ کو عبرانی نہیں آتی تھی۔ بھاگ بوٹا کا دوسرا حصہ تو کافی مضحکہ خیز ہے، بالفرض آپکی تسلی کے لئے میں مان لوں کہ توریت (موسیٰ کے دور میں) عبرانی میں لکھی گئی مگر پھر یہ ثابت کرو کہ توریت موسیٰ نے ہی لکھی؟ بعد کے ادوار میں جب توریت کے کئی مصنفین کے وقت میں عبرانی رائج ہو چکی تھی تب انھوں نے عبرانی میں لکھ بیھیدی تو یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ موسیٰ نے لکھی یا عبرانی پہلی زبان تھی۔ (جیسا اوپر بیان ہو چکا) یہ موسیٰ و موسیٰ سے قبل

وبعد کی روایات قصہ کہانیاں ہیں (جسکے لئے مسیحی مصنف جی ٹی مینلی بھی لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک توریت میں موسیٰ سے "قبل" سے لیکر اسیری تک کے قصے لکھے گئے ہیں اور جیسا چار متون سے بھی ثابت ہے) جو مختلف اقوام (کنعان میں) پھیلی ہوئی تھیں اور جو بنی اسرائیل کے درمیان بھی سینہ بہ سینہ موجود رہیں اور انھیں یکجا کر کے ایک کتاب بنادی گئی جسکے کئی متون ہیں اور یہ بابل کی اسیری کے دور تک میں لکھی جاتی رہی اور ان قصص کو یکجا کر کے توریت کے نام سے لکھ دیا گیا۔ اس میں سچی تعلیم بھی شامل رہی اور لوط کے داؤد کے زنا اور سلیمان کے مرتد ہونے کے قصے کہانیاں بھی شامل کی گئیں۔ موسیٰ ع سے سالوں بعد توریت لکھنے والوں نے بناء سوچے سمجھے لگے ہاتھوں موسیٰ کی وفات و تدفین کا ذکر بھی کر دیا اور یہ اس لئے کیا کیونکہ وہ مصنفین خود کو موسیٰ یا موسیٰ کی زندگی اور دور کے مصنفین نہیں سمجھتے تھے بلکہ خود کو بعد کے تاریخ دان سمجھ کر تاریخی مذہبی کتاب لکھتے تھے۔ (جیسا اوپر بیان ہو چکا) تو واہ جی واہ تو بنتا ہے۔ ہم نے یہ بھی پڑھا دیکھا کہ بہت بڑی تعداد میں قدیم زبانیں فنا و معدوم ہو گئیں۔ تو یہ بھی قطعاً ممکن ہے کہ کئی ہا الفاظ نام مقامات ان ہی قدیم زبانوں سے معنی و مفہوم کے ساتھ اخذ کئے گئے ہیں اور توریت میں شامل کر کے بطور عبرانی کہے سمجھے مانے گئے ہیں، (مثلاً؛ اردو میں کئی دوسری زبان کے الفاظ ہیں مگر عموماً انھیں اردو کے ہی سمجھا جاتا ہے۔) کیونکہ عبرانی زبان بھی دوسری زبان سے وجود میں آئی ہے، جیسے عبرانی لفظ شالوم عربی اردو میں سلام ہے مگر اسکے معنی و مفہوم عربی اور اردو میں ایک ہی ہیں اسطور آدم لفظ عبرانی سے قبل کی دیگر سامی زبان (یوگریٹک) میں آدم بمعنی مٹی تھا اور اسے عبرانی کے وجود میں آتے ہوئے اسی طرح جوں کاتوں (ورڈ پلے میں) اختیار کر لیا گیا جبکہ پچھلی سامی زبان معدوم ہونے سے اصل مآخذ مفقود ہو گیا اور عبرانی ہی اصل مان لیا گیا جبکہ عربی زبان بھی آدم کو اپنا اصل لفظ بتاتی ہے اور معنی مٹی سے ہی لیتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے گذشتہ فصول میں یوگریٹک کے بیان میں پڑھا کہ یوگریٹ کے کئی الفاظ نہ صرف عبرانی اور عربی میں

ملتے ہیں بلکہ اردو میں بھی ملتے ہیں اور یہ اس طرح کہ عبرانی عربی سے لیکر اردو میں پہنچ گئے مثلاً لفظ سلام ہے یا آدم کو بھی لیں۔ آج بھی ہم جانتے ہیں کہ کئی ہا عبرانی الفاظ عربی میں بھی ملتے ہیں اور اردو میں بھی۔ اسی طرح عبرانی میں بھی عبرانی کے وجود میں آنے سے قبل کی زبانوں کے الفاظ و جملے موجود ہونا باعث حیرت و انکار نہیں کیونکہ عبرانی نے کنعان میں دوسری زبان سے الفاظ اخذ کئے۔ اب تک کی تحریر سے علم میں آچکا ہے کہ عبرانی پروٹوسیمیٹک و دیگر سامی زبانوں سے وجود میں آئی ہے اور انکے ہی نام مقام جملے الفاظ حروف تک لئے گئے ہیں۔ (پھر اسیری کے بعد خورس کے ملک) ("فارس کے دور اقتدار میں فارسی کے بھی کچھ اثرات مرتب ہوئے۔ نیز عراق عرب تجارتی تعلقات کے سبب عربی زبان کے بھی اثرات عبرانی پر پڑے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یہود نے اپنی زندگی سے اپنی مقدس اور مذہبی زبان کو اس حد تک بے دخل کر دیا تھا کہ تورات کا آرامی ترجمہ کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ تیسری صدی ق م تک ایک نیا لہجہ وجود میں آ گیا جس کے قواعد ہی "قدیم عبرانی" سے مختلف ہو گئے۔ اس لہجہ میں فارسی، بابلی، یونانی، عربی اور آرامی کے کثیر الفاظ داخل ہو گئے تھے۔ دوسرے انتشار (diaspora) کے وقت یہود دو حصوں میں منقسم ہو کر دنیا میں پھیل گئے۔ ایک حصہ بحرا بیض متوسط کے علاقہ (mediterranean basin) میں آباد ہوا یعنی جنوبی یورپ میں، جبکہ دوسرا حصہ شمالی افریقہ اور یورپ کے بعض شمالی علاقوں میں آباد ہوا۔ یہاں سے عبرانی زبان دو لخت ہو گئی۔ اور یہی وہ تاریخی موڑ ہے جسے سمجھنا عبرانی صوتیات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ شمالی علاقہ میں بسنے والوں کی زبان اشکینازی کہلائی اور جنوب میں بسنے والوں کی سفر ڈی۔ (یہاں بھی عبرانی کے اندر خدا نے تفرقہ ڈال دیا۔)

عربی کے اثرات

ایک اہم بات یہ ہے کہ سفاردی عبرانی اندلس اور شمالی افریقہ میں عربیت کے زیر سایہ پروان چڑھی اور ابن جنی وغیرہ کے اثرات پائے جاتے ہیں، نیز عربی نحو و بلاغت کی زبردست چھاپ اس پر موجود ہے۔ اس وقت موجودہ اسرائیلی دنیا میں باوجود یکہ اشکینا زیم برسر اقتدار ہیں، لیکن انہوں نے سفاردی عبرانی کو ہی فصیح زبان قرار دیا اور عبرانی زبان کا ادارہ اسی زبان کا پابند ہے اور تمام شعبہ جات میں یہی عبرانی قابل قبول ہے۔

قارئین! پہلی زبان یا خدا کی زبان یا موسیٰؑ کی زبان عبرانی تھی؟ یہ سوال مسیحیوں کو بھی پریشان کرتا ہے مگر اندھی مذہبی عقیدت میں مسیحی عبرانی کو ہی خدا کی زبان مانتے ہیں۔

گلفام نامی مسیحی نے لکھا کہ: ”یہود عقیدت میں کہتے ہیں کہ عبرانی خدا کی اور پہلی زبان تھی، اگر عبرانی خدا کی یا فرشتوں کی زبان تھی تو پہلی ہونے کی وجہ سے شیطان کی بھی پہلی ہی ہوئی۔ گلفام جی نے بھی یہود سے نفرت میں یہود پر سارا بوجھ الزام ڈال دیا حالانکہ مسیحی یہ دعویٰ زیادہ ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اور مبین پاسٹر جی اب تو آپکے مسیحی بھی یہ مانتے ہیں کہ ایسا سوچنا اندھی عقیدت ہے۔“

فصل پنجم

اسوقت اسرائیلی دنیا میں باوجودیکہ اشکینا زیم برسر اقتدار ہیں، لیکن انہوں نے سفاردی عبرانی کو ہی فصیح زبان قرار دیا اور عبرانی زبان کا ادارہ اسی زبان کا پابند ہے اور تمام شعبہ جات میں یہی عبرانی قابل قبول ہے۔

لفظ آدمہ یعقوب عقبی کہاں سے عبرانی میں آیا اسکے لئے اوپر گذشتہ میں زبان و تحریر کی تحقیق سے متعلق پروٹوسیمٹک، منحنی و فونیتی رسم الخط و حروف تہجی سے پتہ چلتا ہے کہ عبرانی نے بھی ارتقاء کی منازل طے کی ہیں اور دیگر زبانوں سے حروف و الفاظ و جملے مستعار لئے ہیں (اردو زبان کی طرح) اور تب یہ الفاظ آدم یعقوب جیسوم وغیرہ وجود میں آئے ہیں اور انکی ماں پروٹوسیمٹک تھی اور یہ عبرانی فونیتی کی گود میں پروان چڑھی ہے۔ جیسا تیسرے حصے میں بیان ہوا کہ مسیحی مفسر کے ہی مطابق موسیٰ ع نام مصری زبان کا ہے (عبرانی کا نہیں) اور اسکے معنی بچہ یا بیٹا ہوتا ہے (ورڈ پلے؟) مگر عبرانیوں نے مصری نام موسیٰ کو تو جوں کا توں لے لیا مگر بدل کر بددیانتی و تخریب کی اور معنی "نکالا ہوا" کر دیا۔ اب کس لئے کیا؟ وہ اس لئے کہ موسیٰ ع کی پیدائش مصر کی غلامی میں ہوئی اور انھیں دریا میں ڈال کر بہا دیا گیا۔ اب تو ریت لکھنے والے بعد کے عبرانی اشخاص تھے اور انھیں موسیٰ ع کے اس طرح دریا میں ڈالے جانے اور نکالے جانے کا علم تھا تو انھوں نے موسیٰ کے معنی عبرانی میں نکالے جانا کر دیا جبکہ مصریوں کو موسیٰ ع ملے تو اسے بیٹا بنایا گیا تو معنی بیٹا بچہ ہوا۔ موسیٰ نام کی اصل جڑ مصری ہی ہے اور موسیٰ نام کو عبرانی کہنا غلط ہے۔ اسی طرز پر مذید نام بھی ملیں گے جنکی تفصیل آگے آتی ہے، ان شاء اللہ۔ (الفاظ آدمہ یعقوب وغیرہ پر آگے مذید کلام کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ) یہ دیسی مسیحی وہ تاویل میں لاتے ہیں جن پر شرمندگی سے بغلیں بجانا چاہئیں مگر یہ خوش ہو کر تالیاں بجاتے ہیں۔

5۔ بھاگ بوٹا نے لکھا کہ ظفر صاحب نے بھونڈی مثال دی کہ انڈے سے آلیٹ نہ بنائیں۔ جواب۔۔ ظفر صاحب نے صرف یہ لکھا کہ انڈے سے آلیٹ نہ بنائیں۔ انھوں نے کسی خاص پرندے کا نام نہیں لیا کہ مرغی کے انڈے یا بطخ کے انڈے یا شتر مرغ کے، مگر بوٹا جی نے گستاخی سے پرندوں کے نام گنوا دیئے۔ پھر ظفر جی نے درست ہی تو کہا کہ آلیٹ نہ بنائیں، "کیونکہ بات ہی یہ ہو رہی ہے کہ موسیٰ ع عبرانی جانتے تھے یا نہیں؟ عبرانی جانتے ہوں گے تب ہی ان پر توریت عبرانی میں نازل ہوگی ورنہ توریت کے عبرانی میں نازل ہونے سے بھلا موسیٰ عبرانی کیسے جانتے؟" (کیونکہ بحث ہی یہ ہے کہ موسیٰ ع عبرانی جانتے تھے؟؟) اور یہ بھی تو ثابت نہیں کہ توریت عبرانی میں نازل ہوئی۔ ہاں یہ ہے کہ بعد کے ادوار میں عبرانی زبان میں لکھی گئی، یہ ترجمہ ہے بالکل اسی طرح جس طرح متی کی اصلی انجیل عبرانی / ارامی میں لکھی گئی مگر وہ مفقود ہو چکی اور اس کا یونانی ترجمہ ہے جس سے پھر بعد ازاں عبرانی و دیگر زبانوں میں تراجم ہوئے۔ ہم اوپر اچھی طرح پڑھ سمجھ چکے کہ عبرانی بھی دوسری زبانوں کی طرح وجود میں آئی اور موسیٰ ع کے بعد آئی، اور جو کچھ موسیٰ ع نے قوم کو تعلیم دی وہ قوم نے سینہ بہ سینہ منتقل کیا اور بعد ازاں موسیٰ ع کنعان میں داخلے کے بعد لکھ دیا گیا۔ (کیونکہ موسیٰ تو کنعان میں داخل ہی نہیں ہو سکے۔)

6۔ اچھا اب ان متعصب معترضوں کی نفرت بھی دیکھئے کہ یہ اپنی نفرت میں اس قدر عقل سے اندھے ہو جاتے ہیں کہ اپنی مقدس کتاب توریت کی شان میں بے حد بے عزتی کر جاتے ہیں گستاخی کر جاتے ہیں اور ان بے حسوں کو نہ احساس ہوتا ہے نہ شرمندگی ہوتی ہے۔ یہ خود بار بار توریت جیسی مقدس کتاب کو آلیٹ، انڈے کا آلیٹ کہہ جا رہے ہیں آلیٹ سے تشبیہہ دیئے جا رہے ہیں نہ ان کا قلم لرزا نہ بعد میں شرمندگی ہوئی نہ ان کے مسیحی پڑھنے والوں نے انھیں ٹوکا۔ جب یہ اپنے خدا کو لعنتی کہہ سکتے ہیں تو اس کتاب توریت کی انکی نظر میں کیا اہمیت؟ یہی تو

وہ اندھے ہیں جو اندھوں کو راہ دکھاتے ہیں اور دونوں گڑھے میں جا گرتے ہیں۔ یہ نام نہاد فیسکی عالم کہ اس سے ہی انکی علمی اوقات ظاہر بلکہ ننگی ہو جاتی ہے۔ نہایت گستاخی سے بھاگ بوٹا نے لکھا کہ:

”یہ آملیٹ یعنی تورات (یہاں بوٹا نے لفظ یعنی لگا کر واضح کیا ہے کہ آملیٹ تورات کو لکھا کہا ہے) تو بنگیا بس اسکی پڑتال کرنی ہے کہ مرغی کے یا بطخ کے یا کسی اور انڈے سے بنا ہے؟

قارئین! یہ ہے علمی استعداد ان گستاخ چوزوں کی کہ بغیر سوچے سمجھے اپنے عقل کے گدھے کو گھاس چرنے کے لئے چھوڑ کر آ کر لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ تورات کو مرغی یا بطخ کے انڈے کے آملیٹ بنائے دے رہے ہیں۔

7۔ بھاگ بھاگ بوٹا نے لکھا کہ:

”ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ آملیٹ مرغی کے انڈے سے بنا ہے۔ (یعنی توراتِ عبرانی میں نازل ہوئی)

جواب:

پہلے یہ نام نہاد فیسکی جاہل بولنا لکھنا تو سیکھ لیں پھر گدھے کی طرح انکارینکنا کچھ اچھا بھی لگے۔ انھیں شوخی و مزاح و طنز میں بھی یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اپنی مقدس تورات کے لئے آملیٹ اور مرغی کے انڈے سے بنا آملیٹ (تورات) نہیں لکھنا چاہیئے۔ مگر یہ دیسی مسیحی پولوسی، توراتِ شریعت کو مانتے ہی کب ہیں جو تورات کو عزت دیں گے؟؟ جب یہ موسیٰ و انبیاء کو عزت نہیں دیتے ان پر سنگین شرمناک الزامات لگاتے ہیں تو کتاب مقدس کی عزت کی توقع رکھنا عبث ہے جسکا ثبوت بھاگ بوٹا کی سو قیانہ زبان و انداز ہے۔

فصل ششم

غرض یہ مسیحی کیونکہ اپنے اندر نبیوں تک کی عزت و احترام نہیں رکھتے اس لئے کسی نبی کے لئے رکیک جملے کہہ لکھ جانا انکے لئے کوئی بری بات نہیں ہے۔ یہ اس لئے بھی کہ انکی کتاب جو مقدس کہلاتی ہے وہ تقریباً ہر نبی کو خود ہی برا و اخلاقی طور پر گندالکھتی دکھاتی ہے یہاں تک کہ یسوع کو بھی لعنتی گردانتی ہے تو مسیحیوں سے اچھے اخلاق کی توقع ناممکن ہی ہے۔ (قارئین یہ حصہ طویل ہو سکتا ہے کیونکہ موضوع کو ختم کرنے کی کوشش ہے)

8۔ بھاگ بوٹا نے لکھا کہ:

”ظفر صاحب نے توریت عبرانی میں ہونے کی اندرونی شہادت مانگی ہے اور ہم شواہد دیں گے۔

جواب:

جناب بوٹا صاحب جو شواہد آپ آگے توریت میں لکھے عبرانی ناموں سے دینے والے ہیں وہ گذشتہ بیان و اقساط میں "تحریر" (لکھنے کے انداز و طریقوں) سے متعلق تحقیق سے ناقابل اعتبار و غیر مستند ہو جاتے ہیں۔ اس پر بات آگے بھی ہوگی ان شاء اللہ

قارئین! بھاگ بوٹا نے لکھا کہ ہم توریت کے اندر سے ظفر اقبال صاحب کو شواہد دیتے ہیں کہ توریت عبرانی میں لکھی گئی اور جب عبرانی میں ہے تو موسیٰ نے لکھی تھی، اور بوٹا جی نے چند ناموں یعقوب، اسماعیل، جیرسوم اور اخحاق کو اندرونی شواہد کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ نام اور انکے معانی خالصتاً عبرانی ہیں، مگر یہ بھاگ جی کی حماقت ہے۔ قارئین یہ دو الگ باتیں ہیں کیونکہ عبرانی یا عربی یا آرامی زبان میں کسی کتاب کے لکھے جانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسے کسی نبی سے منسوب کر کے سچا کہنے ماننے لگیں۔ کسی بھی زبان میں لکھی کتاب

ترجمہ یانہی کے بعد کی بھی ہو سکتی ہے جیسے متی کی اصلی ارامی میں لکھی انجیل مفقود ہے مگر یونانی کو اس کا ترجمہ کہتے ہیں، اب ترجمے کو مستند تب ہی مانیں جب موازنے کے لیے اصل بھی پہلو میں ہو، اب یہ مترجم کون تھا؟؟ اور یہ یونانی انجیل متی، متی کی لکھی نہیں بلکہ نامعلوم مترجم کی ہے۔ عبرانی میں توریت یا مجموعہ قصص ہونے سے یہ مراد ہے (محققین و مصنفین کے مطابق) کہ ”اگر“ لکھی عبرانی میں گئی ہے تو موسیٰ کے بعد کنعان کی سرزمین میں اور مستقبل کے مصنفین نے ماضی کے واقعات قلمبند کئے ہیں بشمول دیگر قصص کے۔ (جیسا چوتھے حصے میں بیان ہوا جہاں موریس بوکا نلے و دیگر کے اعترافات ہیں کہ یہ توریت چار متون رکھتی ہے اور اسیری بابل تک لکھی جاتی رہی ہے، اس قدر صاف واضح بیان کے باوجود بھاگ بوٹا جی پچھلے حصے میں کمٹنس کر کے بات کو تحریف کی طرف موڑنے کی کوشش کرتے رہے کہ کس نے کی کس زمانے میں تحریف کی؟ آیات یا الفاظ میں کی؟؟ حالانکہ پوسٹس کا موضوع تحریف نہیں بلکہ یہ ہے کہ توریت موسیٰ نے نہیں لکھی اسی لئے موسیٰ کے وقت عبرانی میں نہیں لکھی گئی۔ مگر بھاگ جی کہتے ہیں کہ آپکا بیان کہ یہ قصص جمع کر کے بعد میں گذرے مصنفین نے لکھے ہیں) اس لئے یہ آپ نے تحریف پر بات کی ہے۔ میں نے بھاگ جی کو بتایا کہ گذشتہ اقساط میں موریس بوکا نلے کی تحقیق سامنے ہے کہ توریت کے چار متون ہیں؟ تو بوٹا جی نے کہا کس زمانے میں ہوئی تب میں نے کہا کہ موریس نے ادوار بھی بتائے ہیں کہ فلاں فلاں دور میں ہوئے ہیں مگر بھاگ جی کی وہی ایک ٹانگ کہ کس دور میں تحریف ہوئی ہے؟؟ تو ایسے ناقص عقل سے کیا بات کروں جو توریت کی بے ادبی کرتے ہوئے توریت کو انڈے کا آملیٹ کہے۔

قارئین! یہاں تحریف سے متعلق بھی اور یہ کہ موجودہ توریت موسیٰ نے نہیں لکھی اسکے اندرونی شواہد خود توریت میں ہی بھرے پڑے ہیں جن میں سے چند پیش کئے جاتے ہیں، بھاگ بوٹا جی۔ بوٹا جی نام پیش کرنا اندرونی شواہد نہیں کیونکہ اس کا اعتراف تو خود بوٹا جی آپ نے

کر لیا ہے کہ یہ نام دیگر زبانوں سے بھی مستعار لئے ہیں۔ قارئین، ذیل کے واقعات اندرونی شواہد کہلاتے ہیں۔

اول: کیتھولک کلام مقدس میں تورات کے لئے لکھا ہے کہ:
 ”یہودی اور مسیحی روایت کے مطابق تورات کی پانچ کتب کے مصنف موسیٰ ع
 تھے۔“

یعنی روایت سے موسیٰ ع کو مصنف ثابت کرنے کی کوشش ہے۔
 دوم: پیدائش ب 13 جملہ 18 میں لکھا ہے کہ:
 ”ابراہام جبرون میں جا کے رہنے لگا۔“

جبکہ یشوع ب 14 جملہ 14-15 سے ظاہر ہے کہ ابراہام کے وقت میں اسکا نام قریت
 اربع تھا، اور موسیٰ ع کے دور تک بھی قریت اربع تھا اس لئے اگر موسیٰ ع لکھتے تو جبرون نہیں بلکہ
 قریت اربع لکھتے، جبرون تو یشوع کے وقت کہا جانے لگا تھا۔
 سوم: پیدائش ب 36 جملہ 31 میں لکھا ہے کہ:
 ”یہی وہ بادشاہ ہیں جو ملک ادم پر پیشتر اس سے کہ اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو مسلط
 تھے۔“

اور موسیٰ کے دور میں بلکہ موسیٰ کے بعد یشوع پھر قضاۃ کے دور کے بھی بعد اسرائیل میں پہلا
 بادشاہ ساؤل کو سیموئل نبی نے بنایا تھا۔ اور یوں پتہ چلا کہ موسیٰ ع کے سیکڑوں برس کے بعد سیموئل
 کے دور میں بلکہ سیموئل کے بھی بعد تک توریت لکھی جاتی رہی۔
 چہارم: خروج ب 16 جملہ 35 میں لکھا ہے کہ:

”بنی اسرائیل جب تک آباد ملک میں نہ آئے من کھاتے رہے۔“

اور آباد ملک میں بنی اسرائیل یشوع کے دور میں آئے موسیٰ ع کے نہیں، تو موسیٰ ع مستقبل

کی بات کیسے لکھ سکتے تھے؟ کیونکہ وہ تو آباد ملک میں آنے سے قبل ہی فوت ہو گئے تھے۔
 پنجم: اور گنتی ب 21 جملہ 3 میں لکھا ہے:

”اسرائیلیوں نے کنعانیوں کو مارا چنانچہ اس جگہ کا نام حرمہ پڑ گیا۔“

جبکہ قضا ب 1 جملہ 17 کے مطابق موسیٰ ع ویشوع کے بھی بعد یہوداہ وشمعون نے مارا تھا تب اس جگہ کا نام حرمہ پڑا تھا۔ آدم کلارک کہتا ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ جملہ اس مقام پہ ییشوع کے بعد شامل کیا گیا ہے۔ (یہ ہیں اندرونی شواہد)

ششم: استثناء ب 1 جملہ 1-5 کے لئے آدم کلارک کہتا ہے یہ موسیٰ ع نے نہیں لکھے تھے کیونکہ ان جملوں میں لکھا ہے کہ یہ وہی باتیں ہیں جو موسیٰ ع نے یردن کے ”اس“ پار لکھی تھیں، اور موسیٰ ع اس پار (کنعان) تو جا ہی نہیں سکے تھے۔

ہفتم: استثناء ب 2 جملہ 10-12 توسین () میں لکھے ہیں اور مفسر ولیم کے مطابق ان کا موسیٰ ع کے بجائے کسی اور (نامعلوم مصنف) نے اضافہ کیا ہے مگر یہ الہامی ہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ موسیٰ ع کا کلام بھی نہیں، پتہ نہیں کس کا ہے مگر الہامی مانتے ہیں۔ (اب بھاگ جی مجھ سے پوچھنے کے بجائے مسیحی مفسر سے دریافت کریں کہ انکا اضافہ کس نے کیا ہے کس زمانے میں کیا ہے؟)

ہشتم: استثناء ب 34 جملہ 5-6 کے مطابق موسیٰ ع نے وفات پائی، تو پھر اسکے بعد پورا ب 34 کس نے موسیٰ ع کی وفات کے بعد لکھا؟ اور موسیٰ ع اپنی وفات کے بعد اپنی قبر کے اور تدفین کے متعلق کیسے لکھ سکتے ہیں؟
 مفسر ولیم لکھتے ہیں کہ:

”موسیٰ ع کی وفات کا بیان کسی اور نے لکھا ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ باقی کی تو ریت موسیٰ ع نے نہیں لکھی۔“

تو جناب مفسر اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ باقی کی موسیٰ عہی نے لکھی ہے؟ تو بھاگ جی مجھ سے پوچھنے کے بجائے بھاگ جائیں اور ان مفسرین سے پوچھ کر آئیں۔ شاباش، یہ ہیں جناب اندرونی شواہد اور اعترافات۔

نہم: قارئین! پادری جی ٹی مینلی کہتے ہیں کہ:

”توریت کا مصنف کون ہے اس کے بارے میں دو خیال پائے جاتے ہیں، ایک۔۔۔ کہ بائبل کی پہلی 5 کتابوں توریت کا اکثر ”زیادہ تر“ حصہ موسیٰ ع نے لکھا،، دوسرا۔۔۔ یہ کہ تورات ان تمام دستاویزات کا مجموعہ ہے جن کی تصنیف موسیٰ ع کے زمانے سے پہلے سے شروع ہوئی۔ (موسیٰ ع سے پہلے موسیٰ ع تو نہیں لکھ سکتے)، اور موسیٰ ع کے بھی بعد 400 قبل از مسیح تک جاری رہی۔“

یعنی موسیٰ ع کے ہزار سال بعد تک،؟ تو توراۃ کون کون لکھتا رہا اور اسکا پائے استناد کیا ہے؟ مصنف کے یقینی نام کیا تھے کردار کیا تھے؟؟ امید ہے بھاگ صاحب، جی ٹی مینلی سے پوچھنے جائیں گے۔ کیونکہ مسیحی عقائد کے ہی مطابق جب انبیاء تک گناہگار ہیں تو ان مصنفین کی گواہی تو کچھ بھی نہیں کیونکہ یہ مصنفین بھی گناہگار تھے۔

دھم: قارئین اب کتاب مقدس مطالعاتی اشاعت کے ابتدائی صفحات میں بائبل سوسائٹی کی جانب سے درج بیان بھی لکھتا چلوں لکھا ہے کہ:

”روایت کے مطابق موسیٰ نے پانچ کتب جمع کیں اور لکھیں۔ اور گزشتہ دو صدیوں کے دوران بائبل کے علماء نے رائے دی ہے کہ پیدائش کی کتاب موسیٰ کے زمانے سے بہت بعد میں آخری وحشی شکل میں آئی جب یہود بابل کی اسیری میں قید تھے۔“

بھاگ بوٹا جی یہ اعتراف بائبل میں لکھا ہے اور بائبل کے علماء ہی کر رہے ہیں اور آپکا شمار علماء میں نہیں ہوتا۔ سب روایات پر چل رہا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ موسیٰ نے جمع کیں یعنی موسیٰ

سے پہلے بھی کوئی تورات کے قصے کہانیاں لکھ چکا تھا، اور جیسے کہتا آ رہا ہوں کہ یہ بابل کی اسیری تک لکھی جاتی رہی تھے تو بھاگ جی میرے بجائے اپنے علماء سے پوچھیں کہ کب ہوئی تحریف کس نے کی تحریف اور کس کس نے لکھی تورات؟

یازدھم: آتشیں کلام مقدس مطالعاتی اشاعت میں لکھا ہے کہ:

”قدیم یہودی مصنفین اور کلیسیائی رہنماؤں نے موسیٰ کے پیدائش کا مصنف ہونے کی گواہی دی ہے۔“

تو قارئین قدیم میں تحقیق کے مواقع نہ ہونے کے برابر تھے اور مذہبی عقیدت و جوش نے تحقیق سے دور ہی رکھا، جب عام لوگوں کو بائبل رکھنے پڑھنے کی اجازت نہیں تھی تو تحقیق کیا کرتے اور کلیسیائی رہنما محققین کو زندہ جلا دیا کرتے تھے۔ مگر جب عقل آئی تو تحقیق کرنے والوں نے 73 کتابوں کو چھانٹ کر 66 کر دیا یعقوب کے خط کو بھوسہ کہا اور کلیسیائی رہنماؤں کے خلاف گئے۔ اس لئے آتشیں کا یہ بیان اہمیت نہیں رکھتا۔

پھر مذید آتشیں لکھتی ہے کہ:

”چونکہ پیدائش کی تمام تاریخ موسیٰ سے قبل ہو چکی تھی اس لئے پیدائش کی کتاب لکھنے میں اس (موسیٰ) کا بنیادی کام یہ تھا کہ پاک روح کی رہنمائی کے تحت تمام ”دستیاب“ تحریر و زبانی مواد کو ایک جگہ جمع کرے جو اب ہمیں پیدائش کی کتاب میں ملتا ہے، اس طرح موسیٰ کی حیثیت مدیر کی سی تھی۔“

(کیا سمجھے بھاگ بوٹا جی اور دیگر مسیحیوں؟ یہ واقعات موسیٰ ع سے پہلے کے ہیں تو موسیٰ نے جو ”جمع“ کیا تھا وہ مواد زبانی و تحریری تھا۔ یعنی یہ سرقہ و چوری تھا اور وہ مآخذ بھی دستیاب نہیں اب کہ جن سے لیکر موسیٰ نے لکھا کہ موازہ ہی کر لیتے۔ پھر یہ تو آتش کا ہی بیان ہے کہ موسیٰ محض مدیر تھا یا اس نے لکھا تھا جبکہ یہ بھی اب کلیسیائی بیبنوں سے آزاد ہونے والوں کی تحقیق سے ثابت

ھے کہ یہ موسیٰ نے لکھی ہی نہیں بلکہ ستم ظریفوں نے بابل کی اسیری اور بعد تک اس توریت کو تختہ مشق بنا رکھا تھا اور اب بھی بنایا کرتے ہیں۔) بھاگ جی یہ زیادہ نہیں بلکہ گیارہ اندرونی و بیرونی شواہد ہیں۔

اب آپکو اندرونی شہادت کی سند اور تصدیق قرآن سے دکھاتے ہیں جہاں خود کتاب گواہی دے رہی ھے کہ یہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ھے

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (سورہ یوسف آیت 2)

ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں تمہارے سمجھنے کے لیے نازل کیا۔

إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (سورہ الزخرف آیت 3)

ترجمہ: ہم نے اسے عربی زبان میں قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھو۔

یہ ہوتی ھے اندرونی گواہی شہادت، کیا توریت اپنے اندر اس طرح کا یقینی دعویٰ اور شہادت رکھتی ھے؟ اگر آپکے پاس ہوتی شہادت تو آپ عبرانی زبان کے ناموں کا سہارا نہ لے رہے ہوتے بلکہ دکھا رہے ہوتے کہ فلاں جگہ لکھا ھے کہ توریت عبرانی میں نازل کی گئی۔ افسوس مگر آپکی جھولی مفلس کی جھولی ھے۔

9۔ بھاگ جی نے ورڈ پلے سے اپنی تاویلات کو درست قرار دینا چاہا کہ آدم یا یعقوب یا جیرسوم عبرانی کے ھی نام ہیں اور انکی جڑ عبرانی ھی ھے کیونکہ ان ناموں کے معنی درستی سے عبرانی ھی بیان کرتی ھے کوئی اور زبان نہیں۔ مثلاً یعقوب جو عقبی یعنی ایڑی پکڑنے والا سے بنا ھے۔ کسی اور زبان میں ایڑی پکڑنے والے کے لئے لفظ عقبی سے نام یعقوب نہیں ھے۔ آدم نام آدمہ یعنی مٹی سے بنا۔ جواب۔ بھاگ جی آپ نے اپنی طرف سے کوشش کی مگر جب سے ہم نے زبان اور تحریر پر تحقیق کی ھے تو یہ نہایت واضح ہو چکا ھے کہ ابتدائی زبان بھی عبرانی نہیں تھی

نہ ہی تحریر۔ اور جب یہ بھی علم میں آیا کہ عبرانی حروف پروٹوسیمٹک اور فونیتی سے وجود میں آئے، وہ بھی اسوقت جب بنی اسرائیل کنعان میں داخل ہوئے تو عیاں ہو گیا کہ توریت لکھنے والوں نے کنعان میں داخل ہو کر پچھلی رائج زبان سے الفاظ و نام بمعنی و مفہوم و توجیہات (ورڈ پلے کے ساتھ) لیکر انھیں استعمال کر لیا۔ (اسکا اعتراف بھی آپ کر چکے ہیں، آپ ہی لکھتے ہیں کہ موسیٰ عبرانی نام نہیں اور اسکا مطلب پانی سے نکالا ہوا ہے۔ تو جب موسیٰ عبرانی کا نام نہیں اور آپ کی توجیہ "پانی سے نکالا ہوا" ورڈ پلے سمیت عبرانی توریت لے سکتی ہے تو جیرسوم (مدیانی) بھی عبرانی لے سکتی ہے۔ جب ابرام میسوپوٹیمیا میں رہ کر ابرام ہے اور توریت اسی نام کو توجیہ کے ساتھ لے سکتی ہے تو کیوں بے کار بحث کینیے جاتے ہیں۔؟؟) گذشتہ میں بھی پڑھ چکے ہیں کہ (قبل کے اور) پروٹوسیمٹک و فونیتی کے کئی الفاظ آج بھی عربی و عبرانی میں شامل ہیں۔ مثلاً؛ ایل، آدم، شیث، نوح، حام، سام، یافث، کوش، نمرود، موسیٰ (مصری نام)، جیرسوم (مدیانی نام)، صفورہ (مدیانی نام)، ابرام، لوط، اسماعیل، اسحاق، سارہ اور حاجرہ یہ سب عبرانی کے وجود میں آنے سے قبل کے نام ہیں۔ یہ میری آپ کی تحقیق نہیں بلکہ آپ کے لیول کیلپیر سے اونچی تحقیق ہے۔ اسی طرح آدم یعقوب وغیرہ بھی دیگر ابتدائی زبان سے حاصل کیا گیا اور لکھ دیا گیا۔ اب اگر معدوم شدہ زبان میں تلفظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ آدم ایدم یا اودم تھا اور عبرانی تک آتے آتے آدم ہو گیا تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوگا کہ آدم ہی پہلی دفعہ عبرانی میں بولا گیا بمعہ توجیہ؟ یہاں یہ بات بھی قارئین خصوصی طور پر پیش نظر رہے کہ مغربی و دیگر محققین کے سامنے بھی عبرانی میں آدم یعقوب و جیرسوم نام ہوں گے اور وہ بھی ورڈ پلے جانتے ہیں مگر پھر بھی انکی تحقیق کہتی ہے کہ عبرانی موسیٰ کے 300 سال بعد وجود میں آئی۔ یہ تحقیق غمازی کرتی ہے کہ آدم یعقوب وغیرہ عبرانی سے قبل بھی تھے جنھیں معنی و مفہوم کے ساتھ عبرانی میں اختیار کر لیا گیا۔ اسکی ایک مثال عربی سے دے چکا کہ عربی میں سلام اور عبرانی میں شالوم ہے جسکے معنی سلامتی کے

ہیں۔ اب عبرانی بالفرض پہلی زبان ہے اور لفظ شالوم اور اسکے معنی (ورڈ پلے) سلامتی اپنے اندر رکھتی ہے تو بھاگ جی کے پیمانے سے یہ شالوم سے سلامتی کسی اور زبان میں (ورڈ پلے) نہیں ہو سکتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ورڈ پلے کا پلے عربی کے سلام سلامتی اور اردو کے سلام سلامتی میں بھی موجود ہے۔ بس اسی معیار پر عبرانی کو رکھیں تو یعقوب و جیر سوم بھی دیگر زبان میں اسی ورڈ پلے کے ساتھ موجود ہونا ناممکن نہیں اور انھی سے جب حروف لئے جاسکتے ہیں تو الفاظ نام جملے بمعہ توجیہ لینا کیا مشکل ہے۔؟ کیا اردو زبان اسکی بہترین مثال نہیں کہ یہ زبان دوسری زبانوں کے الفاظ کا ذخیرہ انھی کے ورڈ پلے کے ساتھ اپنے اندر سمو کر رکھتی ہے اور ایک علیحدہ زبان بھی ہے۔

حاصل خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق حضرت سارہ حضرت موسیٰ ع عبرانی زبان کے نام الفاظ نہیں ہیں اور اسکے منطقی دلائل یہ ہیں کہ آدم و نوح کی زبانوں کے بارے میں مصدقہ کچھ علم نہیں اور یہ سامی خاندان سے نکلی سامی زبانوں کے وجود سے قبل کے نام ہیں، جبکہ ابرام میسو پوٹیمیا کے اُرمیں رہتے تھے بنی اسرائیل کے وجود میں آنے سے تقریباً دو سو سال قبل کے آس پاس۔ اگر تو دیسی مسیحی مُصر ہوتے ہیں کہ ابرام عبرانی بولتے تھے (جو ناممکن ہے) تو اسکا واضح مطلب ہے کہ عبرانی بنی اسرائیل کی نہیں بلکہ پہلے سے رائج بت پرستوں کی زبان تھی۔ جبکہ قرآن و شواہد بتاتے ہیں کہ بابل میں شامل نام عبرانی کے وجود میں آنے سے قبل کے بھی تھے اور انھیں معمولی تلفظ کے فرق سے معنی و مضمون (توجیہات) کے ساتھ مستعار لے لیا گیا۔ مثلاً؛ آدم جو یوگریٹ زبان میں بھی عبرانی سے قبل تھا۔ حاجرہ۔۔۔ یہ مصری شہری تھیں اور وہاں عبرانی نام نہیں تھے مگر بابل میں حاجرہ کے لئے کوئی دوسرا عبرانی نام نہیں رکھا گیا نہ ہی موسیٰ مصری نام کو عبرانی نام میں تبدیل کیا گیا۔ کوش نمرود جو سامی نہیں حام کی نسل سے تھے۔ ابرام میسو پوٹیمین زبان بولتے تھے

وہاں سے بائبل کی مطابق 75 سال کی عمر میں کنعان کی طرف چلے اور چھپاسی کی عمر میں اسماعیل پیدا ہوئے یعنی ہجرت کے بعد گیارہویں سال میں۔ پھر اس دور میں کنعان میں عبرانی وجود میں ہی نہیں آئی تھی تو عبرانی میں اسماعیل یا اسحاق نام کیسے ہو سکتا ہے؟؟ پھر ساری ولوط بھی عبرانی نام نہیں بلکہ اُر کے تھے۔ پس جب بائبل میں ان بزرگانِ دین کے نام بمعہ معانی و توجیہات کے اختیار کئے جاسکتے ہیں تو کسی بھی پھول بوٹے کا ناموں اور انکی توجیہات سے یہ اندرونی شواہد کے طور پر ثابت کرنا کہ توریت موسیٰ نے عبرانی میں اپنے ہی وقت میں لکھی نری حماقت جاہلیت کی بات ہے جبکہ خود بائبل گواہ ہے کہ موسیٰ 80 سال بنی اسرائیل سے دور رہے، نہ یہ ثابت ہے کہ بنی اسرائیل جشن میں عبرانی بولتے تھے۔ جیسا کہ بوٹے جی کے قد سے بڑے محققین بتاتے ہیں کہ یہ سب موسیٰ کے بعد ہزار سال تک لکھا جاتا رہا ہے اور اسکے ایک دو نہیں چار چار متون ہیں۔ مگر مذہبی عقیدت میں اندھے سچائی کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مان لیا جائے کہ توریت موسیٰ ع کے بعد مگر قبل کے واقعات قصص جمع کر عبرانی میں لکھی گئی تب قابل توجہ ہوگی کہ ہاں عبرانی میں لکھی گئی مگر بعد کے مصنفین نے لکھی۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ موسیٰ ع مقامات کے وہ نام لکھ دیں جو انکے زمانے میں تھے ہی نہیں اور انکے بعد رکھے گئے ہوں۔ جیسے حرمہ یا دان یا جبرون۔ جیسے آج میں کیمبل پور کو انک لکھتا ہوں کیونکہ آج یہی مستعمل ہے ہاں اگر کیمبل پور کے وقت موجود ہوتا تو کیمبل پور ہی لکھتا بعد کا نام انک نہیں۔ یہ سادہ سی باتیں ہیں اگر سمجھنے والے سمجھنا چاہیں تو سمجھیں ورنہ نعرہء انکار تو ہے ہی انکے پاس کہ۔۔ نعرہء انکار۔۔ میں نہ مانوں۔

تبت بالخیر

